

موجِ ادراک

محسن نقوی

ماورا پبلشرز

۳- بہاول پور روڈ، لاہور

فہرست عنوانات

- ۱- سیرِ لوحِ چشمِ تر ، ۷
- ۲- حمد ، ۱۱
- ۳- سلام ، ۱۴
- ۴- نگینانِ رسالت ، ۱۵
- ۵- مَوجِ ادراک ، ۲۲
- ۶- المددِ مصطفیٰؐ ، المددِ مصطفیٰؐ ، ۵۲
- ۷- گوہرِ کُنجِ حرم ، ۵۸
- ۸- علیؑ جمالِ دو عالم ، ۸۹
- ۹- ملکہِ عصمت ، ۹۲
- ۱۰- رئیسِ امامت ، ۱۰۱
- ۱۱- نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے ؟ ، ۱۱۰
- ۱۲- خطیبِ نوکِ سناں ، ۱۲۱
- ۱۳- کربلا ، ۱۲۶
- ۱۴- مریمؑ کربلا ، ۱۳۱
- ۱۵- علیؑ کی بیٹی ، ۱۴۰
- ۱۶- سلام ، ۱۴۳
- ۱۷- قطعات ، ۱۵۲

انتساب

جن کے سجدوں سے منور ہے جبینِ آفتاب
میرے حرفوں کی عبادت اُن خدا والوں کے نام
میری شہ رگ کا لہو، نذرِ شہیدانِ وفا
میرے جذبوں کی عقیدت کربلا والوں کے نام

محسن نقوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سرِ لوحِ چشمِ تر

”موجِ اوراق“ میر نے فکری نظریات و عقاید اور وجدانی جذبات و محسوسات پر مشتمل شاعری کا مجموعہ ہے، اس مجموعہ میں شامل افکار کا مدار و محور انسانی عظمت کی تاریخ کو منظور و مستفیض کرنے والی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جن کے کردار کی صداقت اور جذبول کی توانائی سے ابنِ آدم کی تہذیب اور دینِ ایزدی کے آئین کی شیرازہ بندی ہوئی اور اسلامی اقدار کی پیشانی پر انسانی شرافت کا عکس و وام کی صورت میں ابد تک و مکتا رہے گا، میرے نزدیک سچے اور کھرے جذبول کی حرارت جب فکر و خیال کی روشنیوں کے رنگ نکھارتی ہے تو الفاظ، الہام کی آئینہ بندی کر کے ذہنی حجابوں سے اُدھر پوشیدہ حقیقتوں کا سراغ لگاتے اور محسوسات کے آفاق سے پرے مدفون اسرار کا پتہ بتاتے ہیں اور جب تک صاحبِ لفظ و بیان لفظوں کے مزاج سے مکمل طور پر واقف نہ ہو وہ جذبہ خیال کے بے کراں صحراؤں میں دوزخِ پھیلے ہوئے دہم و تشکیک کے گھورانہ حیروں میں راستہ بھٹک کر اپنے وجود تک کے نشانات سے بے خبری کے داغ اپنی بصیرت کے اُبلے پیرہن پر سجاتا رہتا ہے، اور اسی قلبی گراہی کی آخری منزل کا نام موت، موت جو جذبول سے توانائی اور خیال سے رعنائی تک چھین لیتی ہے اس لیے میں

ہمیشہ لفظ کی حیاتی قوت کا قائل رہا ہوں، لفظ انسانی تہذیب کا سرمایہ بھی ہے اور فکری نظریات کی پہچان بھی، میں سمجھتا ہوں کہ زمین پر سب سے پہلے انسان کا اولین معجزہ ”لفظ“ کی تخلیق تھا، جس نے اُسے خود سے آشنا ہو کر اپنے آپ کو متعارف کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ لفظوں کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا یا موت علم انسانوں سے کہیں زیادہ حساس اور متاثر کن ہوتا ہے۔

لفظ ہماری کائنات ہیں، لفظ ہماری ذات کے ادراک کا موثر ترین ذریعہ اور ہمارے محسوسات کے اظہار کا توانا ترین وسیلہ ہیں، بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انسان کی اصل میراث اُس کے لفظ ہیں۔ اگر یوں نہ ہوتا تو مرنے والوں کی قبروں کی پیشانیوں پر لفظوں سے اُٹے ہوئے کتبے کبھی نہ سجائے جاتے کہ یہی اس کی میراث ہیں۔ موت کے بعد ہماری پہچان ہمارے وہ لفظ ہی تو بنتے ہیں جو ہم سادہ کاغذوں کے حوالے کر جاتے ہیں۔

انہی سادہ کاغذوں پر لکھے ہوئے حروف نے مجھے ان شخصیتوں کا ادراک عطا کیا جو میرے اس مجموعہ کا موضوع اور میرے فکر کے تمام دائروں کے مرکزی نقطوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے اپنی تاریخ کے الفاظ کے سینے میں اتر اتر کر ادھر ادھر کی تخلیق کے مراحل سے گزر گزر کر ان کرداروں کی رہگزاروں پر تابندہ نقوش قدم کی مٹی کے وزروں کو اپنی ہلکیوں پر سجانے کی عبادت کی ہے۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ تاریخ صرف اُن افراد کی عظمت کو سلام کرتی ہے جو

اپنے کردار اور عمل کی عظمت سے تاریخ کو عظیم بناتے ہیں اور انسانی فکر صرف اُن ذہنوں کی چوکھٹ پر سجدہ تعظیم کا فرض انجام دیتی ہے جو فکر سے انسان کی ذہنیت کو معراج عطا کرتے ہیں۔

کسی انسان کی ذات جب کائنات پر محیط ہونے کا اُٹل ارادہ کرتی ہے تو گردشِ سیل و نہار کی رگوں میں گونجتا گرجتا لمبو برف بن جاتا ہے، وقت کی نسیں اکھڑنے لگتی ہیں اور تاریخ کی سماعت کا گنبد اپنے آپ لرزے لگتا ہے۔ انسان ازل سے اپنی تاریخ خود لکھتا ہے۔ اور اپنے گرد و پیش سے باخبر رہ کر آنے والوں کی آئینہ شبہ روز کے زاپچوں کو بشارتیں دیتا آیا ہے تاریخ اپنے بوڑھے ہاتھوں میں مادہ کاغذ کا کشکول لیے انسانی وجدان کے بند اور مقفل کو اڑدوں پر دستک دیتی رہی ہے اور جو کچھ اس کے کشکول میں اندھا گیا۔ اُس نے دیانتداری سے آئندہ نسلوں کے حوالے کر دیا، تاریخ کی بینائی آج تک کمزور نہیں ہوئی، نہ ہی اس کا حافظہ ضعیف ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنی تاریخ سے خود تعصب کرتے رہے مگر تاریخ ہمارے تعصب یا بغض و حسد کی دسترس سے ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے۔ اور یہی تاریخ کی دیانتداری ہے۔ ہم اپنی تاریخ کے صفحے جلا تو سکتے ہیں مگر اس کے سینے میں چھپی ہوئی سچائیوں کو بھلا نہیں سکتے۔ ہم یونان کی تاریخ پر اپنے نسیان کی تہہ تو چڑھا سکتے ہیں مگر تھیلز، اینگلو مینڈر اینگلو، بینیر، ارسطو، افلاطون یا سکندر کا نام ہمارے حافظے سے کہاں مٹ سکے گا؟ ہم نیل کے شب و روز کو دیر یا بُرد کر سکتے ہیں مگر موسیٰ و فرعون کے کردار ہماری بینائی

میں روشنی گھولتے رہیں گے، ہم تمام یورپ کا نام بھلا سکتے ہیں مگر پولین اور ہٹلر یا
 مسولینی کا کردار کیا کریں گے؟ ہم ایشیا کو بڑیا سرخ بناتے رہیں مگر ایشیا کو ایشیا
 بنانے والوں کے نام کہاں بھلا سکیں گے؟ اسی طرح ہمارے نزدیک عجمی تاریخ
 کی کوئی قیمت ہو یا نہ ہو یا بدشاہت و جمہوریت کے نمائندوں کے اسما کی تاریخ ہمیشہ
 اپنی تمام تر خوبیوں یا برائیوں سمیت فضا میں گونجتی رہے گی، اور عرب کے صحرا فردوں کے
 نیچے تو اپنے ذہن سے محو کر سکے ہیں مگر شعیب ابی طالب سے کربلا تک کے شب و روز کی یادداشت
 ہمیں ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرتی رہے گی، یہاں یہ بات عرض کر دینا بھی ضروری ہے
 کہ ہر دور کی تاریخ نے اپنے سینے میں سچ اور جھوٹ دونوں کے نمائندوں کے کرداروں
 کی فہرست محفوظ رکھی ہے۔ ان کرداروں میں خُشنی تو انائی ہوتی ہے اتنی دیر تک
 ذہنوں میں زندہ بھی رہتے ہیں۔

میں نے جب بھی اسلام کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے مجھے اسلام کا بچپن
 ابوطالب کی گود میں بہتا نظر آیا، جوانی عبد اللہ کے یتیم اور پیغمبر انسانیت کے
 دامن کی چھادوں تلے محو آرام ملی، بڑھاپا علی کے طاقتور بازوؤں کے آگن میں
 سانس لینا دکھائی دیا، اسلام کی عصمت کا نام بتول، عظمت کا لقب حسن، زندگی
 کا ضامن حسین اور ہیبت کا تخلص ام المصائبؑ ٹھہرا۔ اسی لیے ”موجِ اوراک“
 میں شعیب ابی طالب سے کربلا تک کے قد آور کرداروں کی شخصیت نگاری کا مکمل
 اور ادھور اسازا پچر نظر آئے گا، نامکمل اور ”ادھورا“ اس لیے کہ ان شخصیتوں کے

کہ دار کی عظمت کا بھر پورا احاطہ نہ تو میرے فکر کی دسترس میں ہے اور نہ ہی میرے قلم کے بس کی بات ہے۔ اجماع تک ”موج ادراک“ میں شامل قصائد کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری سا لگتا ہے کہ میں موجودہ دور میں قصیدہ کی مکمل ہیئت اور اجزاء سے باخبر رہنے کے باوجود مطلع، تشبیب، بہاریہ وغیرہ قسم کے زوائد کو اصل موضوع سے پہلے اس لیے غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کا سامع یا قاری نہ تو ذہنی طور پر اتنا فاسخ ہے اور نہ ہی طبعاً اتنا مشکل پسند کہ ہر بات کی تہہ تک اُترنے کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کرے میں نے محسوس کیا ہے کہ صرف وہی لفظ زندہ رہتے ہیں جو ذہنوں سے دل تک اُترنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس لیے میں بلا واسطہ بات کرنے کی بجائے بلا واسطہ بات کرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ ”موج ادراک“ میں شامل تمام تر قصائد فنِ قصیدہ نگاری کے پُرانے مروجہ اصولوں سے ہٹ کر اپنی شکل و صورت اور ہیئت کے لحاظ سے جدا اور علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں، ان قصائد میں ہیئت نامی سے زیادہ شخصیت نگاری پر توجہ دی گئی ہے۔

مجھے اپنی شاعری کے قد و قامت کا بھی اندازہ ہے اور اپنے موضوعات کی اہمیت کا بھی احساس ہے۔ اس لیے اس مجموعہ کی اشاعت پر کسی قسم کا دعویٰ کرنے کی بجائے میری یہ آرزو ہے کہ میرے یہ کچھ جج افکار محمد و اہلبیت محمدؐ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پائیں۔

ح

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار!
 اے کارسازِ دہر و خداوندِ بحر و بر
 ادراک و آگہی کے لیے منزلِ مراد
 بہرِ مسافتِ این جنوں، حاصلِ سفر!
 یہ برگ و بار و شاخ و شجر، تیری آیتیں
 تیری نشانیاں ہیں یہ گلزار و دشت و در
 یہ چاندنی ہے تیرے تبسم کا آئینہ
 پر تو ترے جلال کا بے سایہ دوپہر!
 موجیں سمندروں کی، تری رہگزر کے موڑ
 صحرا کے پیچ و خم، ترا شیرازہٴ ہنس!

اُجڑے دلوں میں تیری خموشی کے زاویے
 تابندہ تیرے حرف، سہ لوجِ چشمِ تو
 موجِ صبا، خرامِ ترے لطفِ عام کا
 تیرے کرم کا نام، دُعا در دُعا، اثر

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار
 پنہاں ہے کائنات کے ذوقِ نمویں تو
 تیرے وجود کی ہے گواہی چمنِ چمن!
 ظاہر کہاں کہاں نہ ہوا، رنگ و بو میں تو
 مری صدا میں ہیں تری چاہت کے آئنے
 آباد ہے سدا مرے سوزِ گلو میں تو
 اکثر یہ سوچتا ہوں کہ موجِ نفس کے ساتھ
 شہِ رگ میں گونجتا ہے لہو، یا لہو میں تو؟

اے عالمِ نجوم و جواہر کے کردگار!
مجھ کو بھی گرہِ شام و سحر کھولنا سکھا!
پلکوں پہ میں بھی چاند ستارے سجاسکوں
میزانِ خس میں مجھ کو گہر تو لٹا سکھا
اب نہ ہر ذائقے ہیں زبانِ حروف کے
ان ذائقوں میں "خاکِ شفا" کھولنا سکھا
دل مبتلا ہے کب سے عذابِ سکوت میں
تُو ربِ نطق و لب ہے مجھے "بولنا" سکھا

سلام

عاشور کا ڈھل جانا، صغرا کا وہ مرجانا
اکبر ترے سینے میں، برہی کا اُتر جانا

اے خونِ علی اصغرؑ میدانِ قیامت میں
شبیر کے چہرے پر کچھ اور کھسک جانا

سجاد یہ کہتے تھے، معصوم سیکھنے سے
عباسؑ کے لاشے سے چپ چاپ گزر جانا

نہتے سے مجاہد کو ماں نے یہ نصیحت کی
تیریوں کے مقابل بھی بے خوف و خطر جانا

محسن کو رُلانے گا، تا حشر لہو اکشر
زہراؑ تری کلیوں کا صحرا میں بکھر جانا

نگہبانِ رسالت ﷺ،

وہ حقیقی مردِ مومن، پیکرِ عزم و ثبات
 جس نے ٹھوکر سے اُلٹ دی بولہب کی کائنات
 ضامنِ عزمِ پیمبر بن گئی جس کی حیات
 جس کے بچوں کی وراثت تھے جہاں کے معجزات
 جس نے رکھ لی آبر و افسانیت کے نام کی!
 جس نے لُٹ کر پرورش کی ناقواںِ اسلام کی

جس کی آغوشِ محبت میں پلِ پیغمبرِ مہدی
جس نے بخشی آدمیت کو فلک تک برتری
دفن کر دی جس نے استبداد کی غارت گری
بُت تراشی، بُت پرستی، بُت نوازی، بُت گری
جس نے بخشی تھی تجھے تو قیصرِ عرفاں یاد کر
اے بنی آدم ابوطالب کے احساں یاد کر

شیخ بطحا، ناصر دین، سیدِ عالی نسب
بحرِ علم و فضل و شہرِ جود و معیارِ ادب
پالیے جس نے رموزِ آدمیت بے طلب
جس کی ہیبت سے لڑتے تھے خدوخالِ عرب
وہ سخی جو آئینہ میں مثلِ اپنی آپ تھا
وہ بہادر جو شجاعت میں علی کا باپ تھا

وہ نبوت کا مُصَدِّق وہ اخوت کا مدار
جس نے بخشا ضعفِ انسانی کو یزداں کا وقار
وہ مزاجِ آشتی کی سلطنت کا تاجدار
جس کی نسلوں میں نہاں تھی قوتِ پروردگار
حوصلہ جس کا مزاجِ عزمِ سہرور ہو گیا
جس کی شہِ رگ کا لہو پھیلا تو جید رہو گیا

جس کے چہرے پر فروزاں تھی شجاعت کی شفق
جس کی آنکھوں میں رواں تھی آدمیت کی رمق
جس کی پیشانی تھی تائبِ سخاقت کا ورق
وہ ابوطالب جسے مطلوب تھے عرفانِ حق
جس نے سینے سے لگایا حادثوں کو جھوم کر
چھا گیا جو زندگی پر موت کا منہ چوم کر

وہ نگہدارِ محترم، وہ نگہبانِ حرم
وہ جھلستے ریگزاروں کے لیے ابرِ کرم
وہ عرب زادوں کے لیے میں نہیں محترم
وہ شبستانِ رسالت میں چراغاں کا بھرم
آیہِ تطہیر ہے جس کے گھرانے کے لیے
جس کی نسلیں کٹ گئیں حق کو بچانے کے لیے

جس کے سنگِ در پہ چھکتی ہو زلفانے کی جبین
جس کا پسیر ہو پیمبر کی صداقت کا ایمں
جس کی قربت میں سکوں پائے امام المرسلین
وہ بھٹک جائے رہِ حق سے؟ نہیں، ممکن نہیں
اُس کی ہستی کو خدا کی شان کہنا چاہیے
اُس کی جاں کو محورِ ایمان کہنا چاہیے

جس نے ہر مشکل میں کی ہو وارث دیں کی مدد
 جس کی گردِ پا کو چومے فاطمہ بنتِ اسد
 جو علیؑ سے مہدیؑ دیں تک امامت کی ہوجد
 جس کے بیٹے کو ملی ہو کلّ ایمان کی سند
 کون کہتا ہے کہ اُس کے دل میں جذبِ دل نہ تھا ؟
 کون کہتا ہے کہ وہ خود مومنِ کامل نہ تھا ؟

جس کے لبِ سرچشمہٗ اعجازِ صد حمد و درود
 جس کے لہجے میں حُسنِ آریہ حق کا ورود
 جس کا پیکرِ جلوۂ صد رنگ کی جائے نمود
 توڑ ڈالیں جس نے عصرِ جہل کی ساری قیود
 جس کی صہبائے تفکرِ عافیت آمیز نہ تھی
 جس کے احساسِ انا کی لوقیا مت خیر نہ تھی

جس کی پیشانی کا بل، موجِ عنبرِ درِ گردگار
جس کے ابرو کی کماں ہو گردِ شل و نہار
وہ بید اللہ کا پدر، وہ مصطفیٰ کا افتخار
جس کو دھرتی پر ملا ہو مفلسی میں اقتدار
جس کے پوتے کا زیں پر مقتدی جیسی بنے
کیا کہوں محشر میں اُس کا مرتبہ کیا کیا بنے؟

وہ شعور و علم و حکمت کا حقیقی امتزاج
جس کے فرقِ ناز پر چلتا ہو سرداری کا تاج
یہ بھی کیا کم ہے بشر کی آدمیت کا مزاج
آج تک ”شعبِ ابی طالب“ کو دیتا ہے خراج
کس کو اندازہ ہے اُس کی عظمتِ ایمان کا
بانیِ اسلام خود ممنون ہے عمران کا

اے مؤرخِ وقت کے معزور کرداروں سے پوچھ!
پوچھ، تاریخِ عرب کے سب متمکاروں سے پوچھ!
کہ بلا میں ٹوٹتی ہے لوحِ تنواروں سے پوچھ!
شام کی گلیوں سے، چوراہوں سے بازاروں سے پوچھ!
ذرت کس کی یزیدی حوصلوں پر چھپ گئی؟
کس کی پوتی ظلم و استبداد سے ٹکرا گئی؟

بول اے تاریخ کے زندہ اصولوں کی زبان
کس کے ہام و در سے ٹکراتی رہی ہیں حبلیاں؟
کون باطل کے مقابل آج تک ہے کامراں؟
سوئے کوفہ پا بجولاں تھا وہ کس کا کارواں؟
کس نے صدیوں کو صدا دی حق پسندی کے لیے؟
کس کا گھر اُجڑا تھا دیں کی سر بلندی کے لیے؟

موج ادراک

یہ دشت یہ دریا یہ مہکتے ہوئے گلزار
اس عالم امکاں میں ابھی کچھ بھی نہیں تھا
اک ”جلوہ“ تھا، سوگمُ تھا حجاباتِ عدم میں
اک ”عکس“ تھا، سونستِ نظرِ چشمِ یقین تھا

یہ موسمِ خوشبو یہ کُسرِ تابِ شبنم
یہ رونقِ ہنسِ گامہ کونین کہاں تھی؟
گلنار گٹاؤں سے یہ چھنتی ہوئی چھاؤں
یہ دھوپ دھنک دولتِ دارین کہاں تھی؟

یہ نکمتِ احساس کی مقروض ہوائیں
دلدارئی المام سے مہکے پتوںے لمحات
دوشیزۂ انفاس کی تسبیح کے تیور
کس کنجِ تصویر میں تھے مصروفِ مناجات ؟

”شیرازہ آئینِ قدم“ کے سبھی اعراب
بے ربطی اجزائے سوالات میں گم تھے
یہ رنگ یہ نیرنگ یہ اورنگ یہ سب رنگ
اک پردہ افکار و خیالات میں گم تھے !

یہ پھول یہ کلیاں یہ چٹکے ہوئے غنچے
بے آب و ہوا، تشنہ آیات و مناجات
یہ برگ، یہ برکھا، یہ لپکتی ہوئی شاخیں
بیگانہ آدابِ سحر بے لم جذبات

کھسار کے جھرنوں سے پھسلتی ہوئی کرئیں
اک خواہِ مسلسل کے تخیّر میں نہاں تھیں !
چپ چاپ فضاؤں میں مچلتی ہوئی لہریں
ماحول کے بے نطق تصوّر پہ گراں تھیں

غم خانہء ظلمت نہ کوئی بزمِ چہرہ افلاں
خورشید نہ مہتاب ، نہ انجم نہ کواکب
شورشِ گہ "کن" مہتی نہ یہ آوازِ دما دم
تفریقِ من و تو نہ مساوات و مراتب

ہنگامہء شادی نہ کوئی مجلسِ ماقم !
یلغارِ حسدِ یفاں نہ جلوسِ عنیمِ یاراں
آنکھوں میں کوئی زخم نہ سینے میں کوئی چاک
ابوہریرہ قیساں نہ زرخِ لالہ عذاراں

افلاس کا احساس نہ پندارِ زرو و سیم
بخشش کے تقاضے نہ یہ دریوزہ گری تھی
پتھر کا زمانہ تھا نہ شیشے کے مکاں تھے
یہ عقل کا دستور نہ شوریدہ سری تھی

مقتول کی فریاد نہ آوازِ موت تل
مقتل تھے نہ شہِ رگ میں لہو تھا نہ ہوس تھی
دربار نہ شکر نہ کوئی عدل کی زنجیر
دل تھا نہ کہیں تیسرگی کینجِ قفس تھی

رہبر تھے نہ منزل تھی نہ رستے نہ مسافر
قندیل نہ جگنو نہ ستارے نہ گہر تھے
یہ ابیض و اسود نہ آب و جد نہ زرو و سیم
انساں تھے نہ حیوان نہ حجر تھے نہ پتھر تھے

ہر سمت مُسَلَّط تھے تجرُّ کے طلسمات !
 جیسے کسی مدفن میں ہو صدیوں کا کوئی راز
 جس طرح کسی اُجر طے ہوئے شہر کے سائے
 یا موت کی ہچک کی میں پگھلتی ہوئی آواز

جیسے کسی گھر میں صَفِ ماتم کی خموشی
 یاد دشت و بیا باں میں نزولِ شبِ آفات
 جیسے کسی کسار پہ تنہا کوئی خیمہ !
 یا شامِ غریباں کے نصْرَف میں سموات

ہولے سے سر کرنے لگے مہتی کے حجابات
 دھیرے سے ڈھلکنے لگا تخلیق کا آنچل
 چھن چھن کے بکھرنے لگا، "شیرازہ کُن کُن"
 رَم جھم سے برسنے لگے احساس کے بادل

پلیکیں سی جھپکنے لگی دوشیزہ کوئین!
ہاچل سی ہوئی پسیرِ عالم کی رگوں میں
آفاق کے سینے میں دھڑکنے لگیں کرہیں
”شیرازہ کُن“ دھل بھی گیا تھا فیکوں میں

ہر سمت بکھرنے لگیں وجدان کی کرہیں
کرہوں سے کھلے رنگ تو رنگوں سے گلستاں
بیدار ہوئی خواب سے خوشبوئے رگِ گل
خوشبو سے نہکنے لگا داماں بیاباں،

داماں بیاباں میں نہاں سینہ برِ فاب
برِ فاب کے سینے میں تلاطم بھی شرر بھی
اعجازِ لبِ کُن سے ہوئے خلقِ بیک وقت
صحرا بھی، سمندر بھی، کہستاں بھی، شجر بھی

پھر حدتِ تخلیق کی شدت سے بگھل کر
جاگے کسی طوفان، تہہ سینہ برفاب
ہر موج تھی پروردہ آغوشِ تلاطم!
ہر قطرہ کا دل، صورتِ بے خوابی سیما

شانوں پہ اٹھائے ہوئے بارِ کفِ سیلاب
بے سمت بھٹکنے لگیں منہ زور ہواہیں
منہ زور ہواؤں کے پھیڑوں کی دھک سے
دل بن کے دھڑکنے لگیں بے رنگ فضا میں

بے رنگ فضاؤں کے تحریر کی کسک میں
پہناں تھتھے شبِ روز سے آلود زمانے
بے انت زمانوں کے اُفتی تھتھے نہ حدیں تھیں
آخر دیا ترتیب انہیں دستِ قضا نے

پھر چنمِ تحیر نے یہ سوچا کہ فضا میں
شادابی گھزارِ طرب، کس کے لیے ہے ؟
یہ کون ہوا باعثِ تخلیقِ دو عالم !
یہ ارض و سما کیوں ہیں یہ سب کس کے لیے ہے ؟

تزئینِ مہ و انجمِ افلاک کا باعث
ہے کون ؟ جو خلوت کے حجابوں میں چھپا ہے
تخلیقِ رگ و ریشہ کونین کا مقصد !
ہے کیا ؟ جو سرِ لوحِ شب روز لکھا ہے ؟

ہے کس کے لیے عشوہ بقیسِ تصور
یہ غمزہ رخسارِ جہاں کس کے لیے ہے ؟
آرِ آتشِ خال و خدِ ہستی کا سبب کون ؟
یہ انجمن کون و مکاں کس کے لیے ہے ؟

پھر ریشم انوار کا طبوس پہن کر
ظاہر ہوا اک پیکر صد رنگ بصد ناز
نکھرے کئی بکھرے ہوئے رنگوں کے مناظر
فطرت کی تجلی ہوئی آمادۂ اعجاز

وہ پیکر تقدیس وہ سرمایہ تخلیق
وہ قبلہ جاں مقصدِ تخلیق دو عالم
وہ جدان کا معیار، مہ و مہر کا محور
وہ قافلہ سالارِ مزاج بنی آدم

وہ منزلِ اربابِ نظر، فکر کی تجسیم
وہ کعبۂ تفسیرِ دو عالم، رخِ احساس
وہ بزمِ شب و روز کا سلطانِ معظم
وہ رونقِ رخسارِ فیروزہ و الماس

وہ شعلگی شمعِ حرم، تابشِ خورشید
وہ آئینہ حُسنِ رُخِ اَرْض و سَمَوات
وہ، جس سے رواں موجِ تبسم کی سبیلیں
وہ جس کے تکلم کی دھنک چشمہ آیات

وہ جس کا ثنا خواں دلِ فطرت کا تکلم!
ہستی کے مناظر، خیمِ ابرو کے اشائے
آفاق ہیں دامن کی صباحتِ پُصْدُق
قدموں کے نشاں ٹھونڈے پھرتے ہیں ستارے

اُس رحمتِ عالم کا قصیدہ کہوں کیسے؟
جو مہرِ عنایات بھی ہو، ابرِ کرم بھی
کیا اُس کے لیے نذر کروں جس کی ثنا میں
سجدے میں ہوں الفاظ بھی سطرین بھی قلم بھی!

چہرہ ہے کہ انوارِ دو عالم کا صحیفہ
آنکھیں ہیں کہ بحرِین تقدس کے نگین ہیں
ما تھا ہے، کہ وحدت کی تجلی کا ورق ہے
عارض ہیں کہ ”والفجر“ کی آیتِ آئیں ہیں

گیسو ہیں کہ ”واللیل“ کے بکھرے ہوئے سائے
ابر و ہیں کہ قوسِینِ شبِ قدر کھلے ہیں
گر دن ہے کہ برِمنسرقِ زمیں اوجِ ثریا
لب صورتِ یا قوت شعاعوں میں دھلے ہیں

قد ہے کہ نبوت کے خد و خال کا معیار
باز و ہیں کہ توحید کی عظمت کے علم ہیں
سینہ ہے کہ رمزِ دل ہستی کا خزانہ
پلکیں ہیں کہ الفِظِ رُخِ لوحِ قلم ہیں

باتیں ہیں کہ طوبیٰ کی چٹکتی ہوئی کلیاں
 لہجہ ہے کہ یزداں کی زباں بول رہی ہے
 خطبے ہیں کہ ساون کے اُمنڈے تہوے دریا
 قرائت ہے کہ اسرارِ جہاں کھول رہی ہے

یہ دانت، یہ شیرازہ شبنم کے تراشے
 یا قوت کی واوی میں دمکتے ہوئے ہیرے
 شرمندہ تاب لب و دندانِ پمیبہ
 حرفِ بہشتِ خوانی و خامہ بہ صریحے

یہ موجِ تبسم ہے کہ رنگوں کی دھنک ہے
 یہ عکسِ متانت ہے کہ ٹھہرا ہوا موسم
 یہ شکر کے سجدے ہیں کہ آیات کی تنزیل
 یہ آنکھیں آنسو ہیں کہ الہام کی یرمِ جہم

یہ ہاتھ یہ کونین کی تفتیر کے اوراق
یہ نخط، یہ تحد و خالِ رُخِ مصحفِ انجیل
یہ پاؤں یہ مہتاب کی کمرہوں کے معاہدہ
یہ نقشِ قدم، بوسہ گہِ زلفِ رف و جبریل

یہ رفعتِ دستار ہے یا اوجِ تخیل !
یہ بندِ قُب ہے کہ شگفتِ گلِ ناہید
یہ سایہ و اماں ہے کہ پھیلا ہوا بادل
یہ صبحِ گریباں ہے کہ خمیازہِ خورشید

یہ دوشِ پہ چادر ہے کہ بخشش کی گھٹا ہے
یہ مہرِ نبوت ہے کہ نقشِ دلِ مہتاب
رخسار کی ضو ہے کہ نمِ صبحِ ازل کی
آنکھوں کی ملاحمت، کہ رُئے شہِ کمِ خواب

ہر نقشِ بدن اتنا مناسب ہے کہ جیسے
تزیینِ شب و روز کہ تمثیلِ مہ و سال
لبوسِ کمن یوں شکن آلود ہے جیسے
ترتیب سے پہلے رُخِ ہستی کے خدِ خال

رُخسار میں افلاک کی گردش کا تصوّر
گردار میں شامل بنی ہاشم کی آنا ہے
گفتار میں قرآں کی صداقت کا تیقّن
معیار میں گردوں کی بلندی کفِ پایہ

وہ فکر کہ خود عقلِ بشہ سرِ بگیاں
وہ فقر کہ ٹھوکر میں ہے دنیا کی بلندی
وہ شکر کہ خالق بھی ترے شکر کا ممنون
وہ حُسن کہ یوسفؑ بھی کرے آئینہ بندی

وہ علم کہ قرآن کا تری عترت کا قصیدہ
وہ حلم کہ دشمن کو بھی اُمیدِ کرم ہے
وہ صبر کہ شبیرِ تری شاخِ ثمر دار
وہ ضبط کہ جس ضبط میں عرفان اُمم ہے

”او رنگِ سلیمان“ تری نعلین کا حق کہ
”اعجازِ مسیحا“ تری بکھری ہوئی خوشبو
”حُسنِ بدِ بیضا“ تری دہلیز کی خیرات
کونین کی سچ و سچ تری آراشِ گیسو

سرِ چنتمہ کوثر ترے سینے کا پسینہ
سایہ تری دیوار کا معیارِ ارم ہے
ذرے تری گلیں کے مہ و انجمِ افلاک
”سورج“ ترے رہوار کا اک نقشِ قدم ہے

دنیا کے سلاطین، تھے جاووب کشوں میں
عالم کے سکندر، تری چوکھٹ کے بھکاری
گر دُور کی بلندی، تری پاپوش کی پستی
جبریل کے شہر تھے بچوں کی سواری

دھرتی کے ذوی العیال، تھے حاشیہ بڑا
فردوس کی حوریں، تری بیٹی کی کنیزیں
کوثر ہو، گلستانِ ارم ہو کہ وہ طوبی
لگتی ہیں تھے شہر کی بکھری ہوئی چیزیں

ظاہر ہو تو ہر برگِ گل تری خوشبو
غائب ہو تو دنیا کو سراپا نہیں ملتا
وہ اسم، کہ جس اسم کو لبِ چوم لیں ہر با
وہ جسم کہ سورج کو بھی سایہ نہیں ملتا

احساس کے شعلوں میں گچھلتا ہوا سوچ
انفاس کی شبنم میں ٹھٹھرتی ہوئی خوشبو
الہام کی بارش میں یہ بھیکے ہوئے الفاظ
اندازِ نگارش میں یہ حُسنِ رمِ آہو!

جیدِ ترمی ہیبت ہے تو حنینِ ترا حُسن
اصحابِ وفا دار تو نائبِ ترے معصوم
سلمیٰ ترمی عصمت ہے، خدیجہ ترمی توقیر
زہرا ترمی قسمت ہے تو زینبِ ترا مقسوم

کس رنگ سے ترتیب تجھے دیجیے مولا؟
تنویر، کہ تصویر، تصور کہ مصوّر؟
کس نام سے امداد طلب کیجیے تجھ سے
یسین کہ طا، کہ مُزمل کہ مُدثر؟

پیدا تری خاطر ہوئے اطرافِ دو عالم
کوئین کی وسعت کافوں تیرے لیے ہے
ہر بحر کی موجوں میں تلاطم تری خاطر
ہر جھیل کے سینے میں سکوں تیرے لیے ہے

ہر بھول کی خوشبو تیرے دامن سے ہے منسوب
ہر غار میں چاہت کی کھٹک تیرے لیے ہے
ہر دشت و بیاباں کی خموشی میں ترا دراز
ہر شاخ میں زلفوں سی لٹک تیرے لیے ہے

”دن“ تیری صبا حسیٰ تو شب تیری ملاحت
گل تیرا تبسم ہے، تارے ترے آنسو!
آغازِ بہاراں تری انگڑائی کی تصویر
دلدار ہی بارے ترے بھیکے ہوئے گیسو

کسار کے جھرنے، ترے ماتھے کی شعایں
یہ قوسِ قزح، عارضِ رنگیں کی شکن ہے
”یہ کاکشاں“ دُھول ہے نقشِ کفِ پا کی
ثقلین ترا صد ترانوارِ بدن ہے

ہر شہر کی رونقِ ترے رستے کی جی دُھول
ہر بن کی اُداسی، ترمی آہٹ کی تھکن ہے
جنگل کی فضا تیری منانت کی علامت
بستی کی پھبن تیرے تبسم کی کرن ہے

میدانِ ترے بوذر کی حکومتِ مضافات
کسارِ ترے قنبر و سلماں کے بسیرے
صحرا، ترے حبشی کی محبت کے مُصلے!
گلزارِ ترے میثم و مقداد کے ڈیرے

کیا ذہن میں آئے کہ تو اُترا تھا کہاں سے؟
کیا کوئی بتائے تری سرحد ہے کہاں تک؟
پہنچی ہے جہاں پر تری نعلین کی مٹی
خاکستر جبریل بھی پہنچے نہ وہاں تک

سوچیں تو خدائی تری مرہونِ تصور
دیکھیں تو خدائی سے ہر اندازِ جد ہے
یہ کام بشر کا ہے نہ جبریل کے بس میں
تو خود ہی بتائے میسے مولا کہ تو کیا ہے؟

کہنے کو تو بلبلِ سرِ بشر اور ٹھہ کے آیا
لیکن ترے احکامِ فلک پر بھی چلے ہیں
انگلی کا اشارہ تھا کہ تقدیر کی ضربت
مستاب کے ٹکڑے تری جھولی میں گرے ہیں

کہنے کو تو بستر بھی میسر نہ بھٹ تجھ کو
لیکن تری دہلیز پہ اترے ہیں ستارے
انبوہ ملائکہ نے ہمیشہ تری خاطر
پلکوں سے ترے شہر کے رستے بھی سنوائے

کہنے کو تو اُمّی تھا لقب دہر میں تیرا
لیکن تو معارف کا گلستانِ نطنہ آیا
اک تُو ہی نہیں صاحبِ آیاتِ سمادات
ہر فردِ ترا وارثِ قرآنِ نطنہ آیا

کہنے کو تو فاقوں پہ بھی گزریں تری راتیں
اسلامِ مگر اب بھی نمکِ خوار ہے تیرا
تُو نے ہی سکھائی ہے تمیزِ من ویزداں
انسان کی گردن پہ سدا بار ہے تیرا

کہنے کو ترے سر پہ ہے دستارِ یتیمی
لیکن تو زمانے کے یتیموں کا سہارا
کہنے کو ترا فقر ترے فخر کا باعث
لیکن تُو سخاوت کے سمندر کا کُنارا

کہنے کو تو ہجرت بھی گوارا تجھے لیکن
عالم کا دھڑکنے والا دل تیرا مکاں ہے
کہنے کو تو مسکن تھا ترا داشت میں لیکن
ہر ذرّہ تری بخششِ سہیم کا نشان ہے

کہنے کو تو اک ”غارِ حرا“ میں تیری مسند
لیکن یہ فلک بھی تری نظروں میں کفِ خاک
کہنے کو تو ”خاموش“ مگر جنبشِ لب سے
دامانِ عرب گرد، گریبانِ محبم چاک

اے فکرِ مکمل، رُخِ فطرت، لبِ عالم
اے ہادیِ کل، ختمِ رسل، رحمتِ پیہم
اے واقفِ معراجِ بشر، وارثِ کونین
اے مقصدِ تحلیقِ زماں، حُسنِ مجسم

نسلِ بنی آدم کے حسین قافلہ سالار
انبوہِ ملائک کے لیے طیلِ الہی !
پیغمبرِ فردوسِ بریں، ساتیِ کوثر
اے منزلِ ادراک، دلِ دیدہ پناہی

اے باعثِ آئینِ شبِ روزِ خلافت
اے حلقہٴ ارواحِ مقدس کے پیہم
اے ناجورِ بزعمِ شریعت، مرے آقا
اے عارفِ معراجِ بشر، صاحبِ منبر

اے سید و سرخیل و سرافراز و سخن ساز
اے صادق و سجاد و سخی، صاحبِ اسرار
اے فکرِ جہاں زیبِ جہاں گیر و جہاں تاب
اے فقرِ جہاں سوز و جہاں ساز و جہاں دار

اے صابر و صنّاع و صمیم و صفِ اوصاف
اے سرورِ کونین و سمیعِ یَمِ اصوات
میزانِ آنا، مکتبِ پندارِ تیقن!
اعزازِ خودی، مصدرِ صدرِ رشد و ہدایات

اے شاکر و مشکور و شکیلِ شبِ عالم
اے ناصر و منصور و نصیرِ دلِ انسان
اے شاہد و مشہود و شہیدِ رخِ توحید
اے ناظر و منظور و نظیرِ لبِ بندہاں

اے یوسف و یعقوب کی اُمید کا محور
اے بابِ مناجاتِ دلِ یونس و ادریس
اے نوح کی کشتی کے لیے ساحلِ تسکین
اے قبلہِ حاجاتِ سلیمانِ شبِ بلقیس

اے والیِ یثرب مری فریاد بھی سُن لے
اے وارثِ کونین میں کب کھول رہا ہوں
زخمی ہے زباںِ خامہ دلِ خون میں تر ہے
شاعر ہوں مگر دیکھ میں سچ بول رہا ہوں

تُو نے تو مجھے اپنے معارف سے نوازا
لیکن میں ابھی خود سے شناسا بھی نہیں ہوں
تُو نے تو عطا کی تھی مجھے دولتِ عرفاں
لیکن میں جہالت کے اندھیروں میں گھرا ہوں

بخشش کا سمندر تھا ترا لطف و کرم بھی
لیکن میں تیرا لطف و کرم بھول چکا ہوں
بکھری ہے کچھ ایسے شبِ تیرہ کی سیاہی
میں شعلگی شمعِ حرم بھول چکا ہوں

تُو نے تو مجھے کفن کی پستی سے نکالا
میں پھر بھی رہا قامتِ الحاد کا پابند
تُو نے تو مرے زخم کو شبنم کی زباں دی
میں پھر بھی تڑپتا ہی رہا صورتِ اسپند

تُو نے تو مجھے نکتہٴ شیریں بھی بتایا
میں پھر بھی رہا معتقہٴ تلخِ کلامی
تُو نے تو مرادِ داغِ جبین دھو بھی دیا تھا
میں پھر بھی رہا صید و ثنا خوانِ غلامی

تُو نے تو مُسلط کیا اَفلاک پہ مجھ کو
میں پھر بھی رہا خاک کے ذروں کا چُجاری
تُو نے تو ستارے بھی سچھا ور کیے مجھ پر
میں پھر بھی رہا تیرگی شب کا شکاری

تُو نے تو مجھے درس مساوات دیا بھتا
میں پھر بھی من و تُو کے مراحل میں رہا ہوں
تُو نے تو جُدا کر کے دکھایا حق و باطل
میں پھر بھی تمیز حق و باطل میں رہا ہوں

تُو نے تو کہا تھا کہ زمیں سب کے لیے ہے
میں نے کئی خطوں میں اسے بانٹ دیا ہے
تُو نے جسے ٹھوکر کے بھی قابل نہیں سمجھا
میں نے اُسی کنکر کو گُردمان لیا ہے

تُو نے تو کہا تھا کہ زمانے کا خداوند
انساں کے خیالوں میں کبھی آ نہیں سکتا
لیکن میں جہالت کے سبب صرف یہ سمجھا
وہ کیسا خدا؟ جس کو بشر پا نہیں سکتا

تُو نے تو کہا تھا کہ وہ اُونچا ہے خرد سے
میں نے یہی چاہا اُتر آئے وہ حسد میں
تُو نے تو کہا تھا کہ ”اُحد“ ہے وہ ازل سے
میں نے اُسے ڈھونڈا ہے سدّ حسّس و عدّ میں

اب یہ ہے کہ دنیا ہے مری تیرہ تاریک
سایہ عسیم دوراں کا محیطِ دل و جاں ہے
ہر لمحہ اُداسی کے تصرف میں ہے احساس
تا حدِ نظر خوفِ مسلسل کا دھواں ہے

صحرائے غم و یاس میں پھیلی ہے کڑمی دھوپ
کچھ لمسِ کفِ موجِ صبا تک نہیں ملت
بے آنت سراپوں میں کہاں جادہ منزل؟
اپنا ہی نشانِ کفِ پا تک نہیں ملت

اعصاب شکستہ ہیں تو چھلنی ہیں نگاہیں
احساسِ بہاراں نہ غمِ فصلِ خزاں ہے
آندھی کی ہتھیلی پہ ہے جگنو کی طرح دل
شعلوں کے تصرف میں رگِ غنچہ سجاں ہے

ہر سمت ہے رنج و غم و آلام کی بارش
سیٹنے میں ہر اک سانس بھی نیڑے کی آتی ہے
اب آنکھ کا آئینہ سنبھالوں میں کہاں تک
جو اشک بھی بہتا ہے وہ ہیرے کی کنی ہے

اجاب بھی اعداد کی طرح تیر بکھ ہیں ،
اب موت بھٹکتی ہے صفِ چارہ گراں میں
سفسان ہے مقتل کی طرح شہرِ قصو
سہمی ہوئی رہتی ہے فغاں ، خیمہ جاں میں

—

○

ہمیتِ ”نادِ علیؑ“ میں یہ قرینہ دیکھا
رقص کرتا ہوا خشکی پہ سفینہ دیکھا
جب بھی مشکل میں لیا نامِ علیؑ گھبرا کر
میں نے مشکل کی جبین پر بھی پسینہ دیکھا

المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جل رہے ہیں بدن و رو کی دھوپ میں

زندگی ڈھل گئی زخم کے روپ میں

دل میں کہہ ام ہے

تیرگی عام ہے

اک نگاہِ کرم اے حبیبِ خدا!

المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ!!

ہر نفسِ خوں اُگلنے لگا ہے بشہ

اب تو مٹنے لگا فرقِ شام و سحر

آئکھ مجبور ہے

رہگزر دُور ہے

بے خبر ہے نظر، بے اثر ہے دعا

المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

جو فصلِ خنزاں ہے چمنِ تاجین

زیرِ دستِ اجل، زندگی کی کرن

از کہاں تا کہاں!

بس دھواں ہی دُھواں

از اُفق تا اُفق رنج و غم کی گھٹا!

المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ!

لوگ یوں محو ہیں فکرِ دستار میں
جیسے حنا می نہ کوئی کردار میں
آسماں زرد ہے
گرد ہی گرد ہے
آدمیت ہے مصروفِ آہ و بخت
آمد مصطفیٰ، آمد مصطفیٰ

امن انسانیت پھر سے مفقود ہے
فکر کا آئینہ زنگ آلود ہے
جسم سے رُوح تک
بیم و زہر کی دھنک
چاک و رچاک ہے اہلِ دل کی قب
آمد مصطفیٰ، آمد مصطفیٰ

پھر سے اوہامِ دل کو نہیں گھیرے ہوئے
شہر والوں کے جنگلِ بسیرے ہوئے
تیرے دریوزہ گم
دُر بدر، دُر بدر
کون زندہ کرے رسمِ جو دِوِ عطا؟
المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

کافروں کا ستم پھر ترے دین پر؟
ظلم کے سائے، ارضِ فلسطین پر
سرزمینِ عجم!
وقفِ رنج و الم
خون سے گلبدنِ خطہ نینوا؟
المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

خوابِ منزل میں کیوں قافلے سو گئے؟
 تیرے مقدار و میثم کہاں کھو گئے
 کیا ہوئے وہ جبری
 فقر کے جوہری
 مُضمحل ہیں رُتیں، ماتمی ہے فضا
 المددِ مصطفیٰ، المددِ مصطفیٰ

پھر گدازِ ابوذر عطا کر ہمیں
 مثلِ سلمان شعلہ نوا کر ہمیں
 درد کی رات میں
 غم کی برسات میں
 ہم فقیروں کو بھی مسکرانا سکھا
 المددِ مصطفیٰ، المددِ مصطفیٰ

تُو ہے سلطانِ جاگیرِ شمس و قمر

تُو ہے شہزادۂ وسعتِ بحر و بر

اے حکیمِ عرب

تُو ہے قرآنِ بے لب

مقصدِ امرِ کن، وارثِ "ہَلْ اَتٰی"

المدد مصطفیٰ، المدد مصطفیٰ

گوہر گنجِ حرم

ہر سُرواں ہوائے خمارِ طرب ہے آج
”بابِ قبول“ وا ہے مُرادوں کی شبِ آج
دل میں خوشی، سرورِ نظر میں عجب ہے آج
ساتی مجھے نہ چھیڑ کہ ”بیرہ“ رجب ہے آج
رنج سے نقاب اٹھا کے نویدِ ظہور دے
حاضر ہے دل کا جام، شرابِ طہور دے

وہ مے پلا کہ جس سے طبیعت ہری رہے
 نسّ نسّ میں ”اِثْمًا“ کی جھوٹی بھری رہے
 قائم سدا جہاں میں تری و بسمی رہے
 آنکھوں کے سامنے یہ صراحی دھری رہے
 جو بادہ کش و لاکا نشہ کل پہ ٹال دے
 اللہ اپنی بزم سے اُس کو نکال دے

وہ مے پلا کہ جس میں نبوت کی بو ملے
 جس کے نشے میں حسنِ امامت کی خوشبو ملے
 ”آدم“ کو جس سے کھوٹی ہوئی آبرو ملے
 میں بھی پیوں تو مجھ کو حنِ دارو بر و ملے
 وہ مے کہ جس میں صبحِ ازل کا سُورہ رہو
 وہ مے کہ جس میں آلِ محمدؐ کا نور ہو

وہ مے جو مصطفیٰؐ نے "کساء" میں چھپا کے پی
اور فاطمہؑ نے اپنی حیا میں ہلا کے پی
حنینؑ و مرتضیٰؑ نے جو محفل سجا کے پی
جبریلؑ نے فلک سے زمیں پر جو آ کے پی
جس کا نشہ نجات کا سامان ہو گیا
سلمان پی کے فخرِ سلیمان ہو گیا

جیسےؑ نے پی تو اس کو مسیحائی مل گئی
موسیٰؑ کو اپنے رب کی شناسائی مل گئی
داؤدؑ کو بھی طاقتِ گویائی مل گئی
یعقوبؑ نے جو پی اُسے بینائی مل گئی
وہ مے کہ جس کا کیف دلوں میں اُتر گیا
یوسفؑ نے پی تو چاند سا مکھڑا نکھر گیا

قیمت میں خلد سے بھی جو برتر ہے وہ شراب
جس کا نشہ نماز سے بہتر ہے وہ شراب
جو غازہ خیالِ پیما ہے وہ شراب
جو مدحائے قنبر و بوذر ہے وہ شراب
جس کا سرور فکرِ بشر کا غور ہے
جس کے نشے کی موج سرِ کوہِ طور ہے

وہ مے کہ جس سے دل کو شعورِ بشر ملے
جس کے بس ایک گھونٹِ جنت میں گھر ملے
جس کے نشے میں شہرِ نبوت کا در ملے
جس کے سبب دلوں کی دعا کو اثر ملے
اک رند کائنات میں بیباک ہو گیا
بہلول پی کے صاحبِ ادراک ہو گیا

وہ مے پلا کہ ٹوٹ کے جس پر ملک پڑیں
 جس کے نقشے کے رنگ اُڑیں عرش تک پڑیں
 رندوں پہ اولیاء کے زمانے کو شک پڑیں
 کم ظرف میکشوں کے بھی سانغ چھلک پڑیں
 کنکر پہ جس کی چھینٹ بھی پڑ جائے ”دُر“ کہے
 وہ مے جو عاصیوں کو بھی اک پل میں ”سُر“ کہے

جس کا سرورِ ضامنِ جنت ہے وہ شراب
 جو واقفِ مزاجِ شریعت ہے وہ شراب
 جو رمزِ ”قُلْ کَفًا“ کی حقیقت ہے وہ شراب
 جس کا خمّارِ اجرِ رسالت ہے وہ شراب
 ایسی پلا کہ سارا جہاں ڈولنے لگے
 نوکِ سناں پہ جس کا نشہ بولنے لگے

جس کی نظیر مل نہ سکے شش جہات میں
تیرے سوا کہیں نہ ملے کائنات میں
بھر دے ابد کا رنگ بشر کی حیات میں
وہ مے جو آفتاب اُگلتی ہے رات میں
وہ مے جو ہے غلافِ حرم میں چھپی ہوئی
جو عرش پر ہے دستِ خدا سے بنی ہوئی

زندوں کو آج ضد ہے تری دلبری کھلے
رازِ جنون و غایتِ شعلہ سہی کھلے
یہ کیا کہ میکدے کا فصولِ سرسہی کھلے؟
اک ”در“ نہ کہول، آج تو ”بارہ در“ کھلے

”پچھٹ نہ دے کہ زندیہ خلد و عدن کے ہیں
آدنیٰ سے ہیں غلام مگر نچتن کے ہیں

میں چاہتا ہوں آج تیا ہستام ہو!
 ”یلین“ کی شراب ہو، ”طلہ“ کا جام ہو
 پھوٹے سحر دلوں میں تو آنکھوں میں شام ہو
 ہر رند کے لبوں پہ حسد کا کلام ہو
 ہر دل سے آج بغض کا ٹٹا نکال دے
 دنیا کی خواہشوں کو جہنم میں ڈال دے

ساغر میں ”ھل آتی“ کی کمرن گھول کر پلا
 سر پہ لوائے حسد اکھول کر پلا
 چپ چپ سا کیوں ہے آج تو تنہا بول کر پلا
 رندوں کا ظرف پوری طرح تول کر پلا
 ساغر میں آج اتنی مقدس شراب ہو
 پی لیں گنہگار تو حج کا ثواب ہو

ساغر اُکھٹا کہ چھپائی گھٹا جھوم جھوم کہ
 آئی ہوا نجف کے دریاچوں کو چوم کہ
 ساقی، حسینم دل میں منورِ نجوم کہ
 رندوں کو واقفِ درِ بابِ علوم کہ
 ہم کو پلا وہی جو ”ولا“ کی شراب ہو
 وہ مے جو ادلیاء کے لیے انتخاب ہو

کھول ایسا میکہ جو حرم سے بھی کم نہ ہو
 جس کی حدوں پہ بندش لوح و قلم نہ ہو
 جس کی فضا میں کوئی فسوں محترم نہ ہو
 ساغرِ تراب کا ہو، کوئی جامِ حجم نہ ہو
 ہمراہ تو رہے تو کوئی رنج و غم نہیں
 ورنہ ترے فقیر، سکندر سے کم نہیں

ساقی تو مل گیا تو غم جاں کی رُست طلی
 غنچے نکھر گئے تو چٹکنے لگی کلی !
 مہکی ہوئی ہے شہرِ تصور کی ہر گلی
 وہ دیکھ، سچ رہا ہے زچہ حنا علیہ
 مشغولِ رقص و نغمہ بہ لب جبریل ہیں
 مصروفِ استقامِ ذبیح و خلیل ہیں

خوروں کے گیسوؤں سے مصمتے بنے ہوئے
 پھراں پہ کمکشاں کے تارے چنے ہوئے
 سورج درود میں وہ ملک سر دھنے ہوئے
 پہلے نہیں یہ گیت کسی کے سنے ہوئے
 رتبہ ملا وہ محفلِ سدرہ حبیبین کو
 جھک جھک کے آسمان نے دیکھا زمین کو

آدم بچھا رہا ہے دُعاؤں کی چاندنی
 ایوبؑ اپنے صبر سے کرتا ہے روشنی
 ہے آبدار فوجِ مسا انسان کا بجی
 آیا ہے خضرؑ ساتھ لیے خمسِ زندگی
 یعقوبؑ بھی ہے آنکھ کی مستی لیے ہوئے
 یوسفؑ ہے ساتھ مشعلِ ہستی لیے ہوئے

ہر شور دائے ابرِ کرم سے تنہی ہوئی
 ذروں کی آفتابِ فلک سے ٹھنی ہوئی
 شبنم برس رہی ہے شفق میں چھنی ہوئی
 مکہ کی سرزمین ہے مُعشٰی بنی ہوئی
 آئی ہے کون دیکھنے اس اہتمام کو
 جھکنے لگی ہیں مریمؑ و حقوٰۃؑ سلام کو

آئے ہیں بہر دیدِ خدائی کے انبیاء
اول ابوالبشرؑ ہیں تو آخر میں مصطفیٰؐ
اس سمتِ انبیاءؑ ہیں تو اُس سمتِ اولیاء
دونوں کے درمیان ہے عمراں کا قافلہ
بلیقْس، اک طرف ہو، سیمائِ خیالِ کر
”بنتِ آسہ“ چلی ہے ردا کو سنبھال کر

وہ انبیاء کا قافلہ اک دم ٹھہر گیا
بہر سو ہے شورِ سگمہا، وِردِ مرجا
سب سے الگ کھڑے ہیں وہ چپ چپ سے مصطفیٰؐ
”بنتِ آسہ“ چلی ہے سوئے خانہ خدا
ساعتِ یہی ہے شاہدِ حق کے شہود کی
ذروں سے آرسی ہیں صدائیں وِرد کی

لیکن درِ حرم تو مقفل ہے اس گھسٹری
بنتِ آسیدیہ دیکھ کے واپس پلٹ پڑی
نازل ہوئی خلک سے وہ الہام کی لڑی
آئی صدا ”نہ جاگل عصمت کی پینکھڑی
دیوار ”در“ بنے کہ زمانے میں مضموم ہو
ظاہر کمالِ مادرِ بابِ علوم ہو

ساقی نہ چھیڑ، ہے یہی آغازِ امتحان
دھڑکنِ زمیں کی چُپ ہے تو ساکت ہیں آسمان
خاموش، اے قیامت ہنگامہ جہاں !
کعبے میں جا رہی ہے وہ اک بیتِ نیکن کی ما
قرآنِ بندگی کی تلاوت کا وقت ہے
جاگو طلوعِ شمسِ امامت کا وقت ہے

جاگ اے ضمیر جاگ کہ جاگے ہیں تیرے بھاگ
تارِ نفس کو چھیر کے چھیڑا ہوانے راگ !
خوش ہو گئی زمیں کہ اُسے مل گیا سہاگ
ساقی شراب لاکہ نبجھے تشنگی کی آگ
ظلماتِ دو جہاں کی رد اچاک ہو گئی
نازل ہوئے علیؑ تو فضا پاک ہو گئی

بنتِ آسمان کی گود سے ابھرا اک آفتاب
ہاں لے تے تراب، تجھ کو مبارک ہو بُو تراب
کوثر، چھلک ذرا، ترا ساقی ہے لا جواب
بطحا کی سرزمین !، سلامت یہ انقلاب
عمرانؑ جھومتے ہیں کہ زہرہ جبین تو ہے
اب خوش ہیں مصطفیٰؐ کہ کوئی جانشین تو ہے

آدمؑ ہے خوش کہ اُس کی دعا کا اثر ملا
جیسی ۳ ہے رقص میں کہ کوئی چارہ گر ملا
ایوبؑ کو بھی صبر کا شیریں ثمر ملا
یوسفؑ کو اپنے حق کا پیغام تبر ملا
مسرور ہے فضا، کوئی محشر بپا نہ ہو؟
سہمے ہوئے ہیں بُت کہ یہ بندہ خدا نہ ہو

ترتیبِ خال و خد سے نمایاں ہے بزرگی
پیکر کے بانگین پہ نچھاور دلاوری
چہرے پہ وہ سکون کہ نازاں پیمبری
آنکھوں میں وہ غور کہ جبرائیلؑ اور
چہرہ نکھر رہا ہے نبوت کے خواب کا
بچپن پہ انحصار ہے حق کے شباب کا

ابرو یہ قوس قوس یہ زلفیں شکن شکن
عارض بہ رنگ رنگ یہ چہرہ چمن چمن
اعضاء شفق شفق ہیں یہ آنکھیں کرن کرن
پلکیں یہ حرف حرف یہ تیور سخن سخن
آئی ہے ایک بات ہی اب تک قیاس میں
خوشبو ہے دادری کی بشر کے لباس میں

آیا ہے ٹوٹ کر اس دعا اللہ پر شباب
صحرا کی موج موج سے ابھرا اک انقلاب
پیدا ہوا دلوں کی تنہوں میں وہ اضطراب
بوجھل و بولہب کا بھی زہرہ ہے آب آب
دیکھا وہ مرتضیٰ نے دلِ ماء و طہین کو
جبریلؑ، پتہ بچھا کے بچا لے زمین کو!

ساتی شراب لاکہ طبیعت مچل گئی
لغزش مرے شعور کی مستی میں ڈھل گئی
نبضِ قلم بہکنے لگی تھی، سنبھل گئی
رنگینیوں کو دیکھ کے نیت بدل گئی
آ، تجھ پہ رمزِ رونقِ ہستی عیاں کروں
کچھ پی کے مدحتِ شہِ دوراں بیاں کروں

مولا علیؑ، شعورِ بشر، فکرِ ارحمنہ
ڈالی ہے جس کی سوچ نے افلاک پر کمند
وہ جس کا مرتبہ بنی آدم میں ہے بلند
چھڑکا ہے جس نے موت کچے پھرے پہ زہر خند
جو نقطہٴ عروجِ منہ و فرغِ واصل تھا
بستر پہ سو گیا تو شبیہِ رسولؐ تھا

کشتور کشاٹے فکر، شجاعت کا بانگین
صابر، سخی، کریم، رضا ہو وہ بُت شکن
نانِ جویں کا ناز، قناعت کی انجمن
دل کا غرور، جرأت و احساس کی پھین
جس کا وجود قدرتِ حق کی دلیل تھا
جس کا شعور بوسہ گہرِ جبرئیل تھا

نیہر کش، یقین کا پیکر وہ بُت تراش
تاریخ کی جبین پہ وہ فتحِ مبین کا باب
سرِ حتمہٗ نجاتِ بشر، زُورِ انقلاب
جس کے وجود سے ہے رخِ دیں کی آیتِ آ
جس کا کرم جہاں کے لیے عام ہو گیا
ظہروں کو اوڑھ کر جو سرِ شام سو گیا

وہ جس کے فرقِ نازِ پد کچ تھا شرف کا تاج
وہ بوتراب، شمس و قمر سے جو لے خراج
وہ خلق و اقتدار و سخاوت کا امتزاج
جس نے زمیں پہ رہ کے کیا آسماں پہ راج
سلطانی بہشتِ بریں کی نوید لی !!
اک ضرب سے جہاں کی عبادت خرید لی !

ایسا کریم، جس کے کرم کی نہ حد ملے
ایسا حلیم، علم کو جس سے مدد ملے
ایسا سلیم، جس میں شعورِ صمد ملے
ایسا عظیم، جس کی ادا میں اُحد ملے
دنیا دیں میں جس کو معنیٰ نسب ملے
خالق کی بارگاہ سے حیدرِ لقب ملے

جس نے ہوا کی زد پہ منور کیے چہ درخ
جس نے مزاجِ عزم رسالت تھا باغِ باغ
جس کا وجود منہ زل کو بن کا سداغ
جس کی عطا کا نام بہشتِ دل و دماغ
جس کے لبو سے چہرہ عالم نکھر گیا
جس کا ہر ایک نقش دلوں میں اتر گیا

وہ دین کی سلطنت کا اولوالعزم تاجدار
وہ مظہرِ حبلِ خداوندِ روزگار
وہ بوریائشیں وہ شہرِ کشتاں سوار
وہ بندۂ خدا، وہ خدائی کا افتخار
جس کے قلم کی نوک بلاغت کی راہ تھی
جس کے علم کی چھاؤں رسالت پناہ تھی

وہ مرتضیٰؑ وہ گوہرِ کنجِ حرمِ علیؑ
 صحرائے جاں پہ سایۂ ابرِ کرمِ علیؑ
 سرمایۂ حیات، انا کا بھرمِ علیؑ
 ٹھہرائی کے بعد سدا محتسرمِ علیؑ
 مشکل میں جو خرد کے لیے کار ساز تھا
 جو کلیلۃ الحیرۃ میں وقف نماز تھا

جو شہر یار شہرِ امامت ہے وہ علیؑ
 جس کا ہر ایک نقشِ سلامت ہے وہ علیؑ
 جو صدقِ مصطفیٰؐ کی علامت ہے وہ علیؑ
 جس کے غضب کا نام قیامت ہے وہ علیؑ
 جس نے گدا گروں کو تو نگرِ بسا دیا
 بے زر کو چھو لیا تو ابو ذرِ بسا دیا

اقلمِ حریت کا شہنشاہ بے مثال
چہرے پہ عکسِ عازہ رعنائیِ خیال
جس کے خرامِ ناز سے بھولیں غزالِ چال
آئے جلال میں تو لگے وجہِ ذوالجلال
جاگے تو یوں کہ تمنعہِ عسزیمِ وحید لے
سوئے تو کہ دگار کی مرضی خرید لے

منبر پہ شمعِ امن تو جنگاہ میں حبس رہی
نازاں ہو جس کے فقر کی دولت پہ سرسری
جس کی ہر اک ادا میں ہو عکسِ سمیپ رہی
دنیا میں بے عدیل ہو جس کی سخنوری
وہ مردِ حق جو مستحِ بد رو حنین ہے
ہاں وہ علیؑ جو دیں کے لیے زیبِ دُزین ہے

ہاں ہاں وہ مردِ حق، وہ پیمبرؐ کا چارہ ساز
افشا تھا انگلیوں کی طرح جس پہ دل کا راز
تا حشر جس کی ضرب پہ سجدے کریں گے ناز
وہ جس کا نام لے کے ہوئی سرخسہ و نماز
جو دینِ کبریا کے کرم کا جہان ہے
محرابِ معرفت میں سحر کی اذان ہے

مشکل کش، امیر، آنا مست، بُت شکن
جس سے فضائے دشتِ وفا ہے چمنِ حمن
سرمایہٴ مزاجِ مناجاست پنبخت
خالقِ کا معجزہ وہ حسدِ ائی کا بانگین
جس بندہٴ خدا کو ”نصیری“ خدا کہیں
اے عقل کچھ بتاؤ سے ہم لوگ کیا کہیں؟

وہ، جس کا عکس، غازہ رخسارِ زندگی
جس کا عمل تھا نقطہ معیارِ زندگی
جس کا حسہ ام شعلہ رفتارِ زندگی
جس کا وجود مخزنِ اسرارِ زندگی
وہ نازِ آسماں جو رسالتِ خمیر تھا
جو محفلِ جہاں میں بشر کا ضمیر تھا

یزداں کی چھوٹ جس کے حسینِ غالِ و خد میں ہو
فتحِ بیس کا راز بھی جس کی مدد میں ہو
جو آسرا حیات کا بدرِ واحد میں ہو
عالم کا علم جس کے ”سلونی“ کی زد میں ہو
رکھتا ہو بہرِ دیں جو ہتھیلی پہ جان کو
وہ کیوں نہ ٹھوکر وں پہ گھمائے جہان کو

سجدے غلام جس کے ، عبادت کنسیر ہو
 جس کے لیے قضا و متدرگھر کی چپیز ہو
 ایمان و کفر میں جو نشان تمیز ہو
 خود اپنی زندگی سے جسے حق عزیز ہو
 وہ ، جس کو اہل علم ، صداقت کا گھر کہیں
 سب لوگ جس کو شہر نبوت کا در کہیں

ارض و سما پہ جس کی سدا حکمرانیاں
 وہ جس کے پیچھے یہ ہوں قرباں جوانیاں
 بکھری ہیں جس کے رُخ پہ خدا کی نشانیاں
 جس کے قدم کی گرد بنیں کامرانیاں
 جس کا مزاج و جبرِ عند و رِصد بنے
 جس کا لکھا بہشتِ بریں کی سند بنے

جو دینِ کبریا کا معتدّر ہے وہ علیؑ
جو منبرِ قضا کا سخنور ہے وہ علیؑ
جو حق کی رحمتوں کا سمندر ہے وہ علیؑ
جو بابِ شہرِ علمِ پمیبہ ہے وہ علیؑ
میدان میں جو بشر کو متاعِ ضمیر دے
جھولے میں ہو تو کلمۂ اُزدر کو چیر دے

کعبے سے پوچھ رتبہ کراہِ ذی حشم!
سرِ عرش پر ہے، پشتِ زمانہ پہ ہیں قدم
یا پھر غدیہِ رخم سے اڑا کچھ تو کیف و کم
پھر دیکھ بُتراب ہے کس درجہ محترم؟
سمٹے تو ”ب“ کے نقطے کا عکاس ہے علیؑ
پھیلے تو تا بہ سرحد ”وَالنَّاسُ“ ہے علیؑ

آمر تھے کہ دیکھ رکوع و سجود میں
بے مثل و بے نظیر قیام و قعود میں
تائید حق کا عکس ہے جس کے وجود میں
شامل ہے جس کا نام ہمیشہ درود میں
جو دشت کو خزاں میں بہا ریں عطا کرے
”اندھے بھکاریوں“ کو قطاریں عطا کرے

جیدر رضاے حق کی اطاعت کا نام ہے
جیدر آنا پرست شجاعت کا نام ہے
جیدر مزاج دیں کی شرافت کا نام ہے
جیدر ازل سے روح عبادت کا نام ہے
جیدر نبیؐ کا ناز ہے، حسن یعتین ہے
جیدر سوارِ پشتِ دلِ ماؤِ طین ہے

مکعبہ "ہے جس کی جانے ولادت وہ شیرخوار
"مسجد" میں پا گیا جو شہادت وہ تاجدار
بستر رسولؐ کا ہے جسے وجہ افتخار
اب تک دل وجود پہ ہے جس کا اقتدار
جس کا کرم ہی چشمہ آب حیات ہے
یہ کائنات جس کے بدن کی زکوٰۃ ہے

میری عقیدتوں کے لیے آستان علیؑ
وسعت میں ایک تاروں بھرا آسمان علیؑ
خالق کی عطمتوں کا حبیب کارواں علیؑ
معراج میں نبیؐ کا ہوا رازداں علیؑ
جی چاہتا ہے بات سدا معتبر کہوں!
مولاؑ کے نقش پا کو میں شمس و سمر کہوں

ساتی پلا کہ جامِ ولا مختصر نہ ہو
 جی چاہتا ہے اب یہ گھٹا مختصر نہ ہو
 ابرو عبیر و بادِ صبا مختصر نہ ہو
 موجِ درود و حمد و ثنا مختصر نہ ہو
 اک جام اور دے کہ نیا طور مانگ لوں !
 مولائے کائنات سے کچھ اور مانگ لوں

مولائے ترے مزاجِ سخاوت کی خیر ہو
 تیری انا کی خیر، محبت کی خیر ہو
 اے دیں کے تاجور تیری عظمت کی خیر ہو
 تیرے شعور تیسری حکومت کی خیر ہو
 مجھ کو شعورِ فسر کی جاگیر بخش دے
 میری دعا کو بھی ذرا تاثیر بخش دے

ملبوسِ حرف کو نئے موسم کا رنگ دے
دل کی اُداسیوں کو اُنا کی ترنگ دے
سودائے سر کو لذتِ دیدارِ سنگ دے
بے آسرا حیات کو تازہ اُمٹنگ دے
تصویرِ جذبِ مالکِ آشتِ دکھا مجھے
بوذر کی زندگی کا قرینہ سکھا مجھے

زورِجِ بتوں، اے میرے مشکِ کشا سلام
بعد از رسولؐ، دہر کے حاجت روا، سلام
اے شہسوارِ آشپِ صبح وِسا، سلام
رَمزِ آشنائے گردِش ارض و سما، سلام
چاہے تو میرے لفظِ نگینوں میں ڈھال دے
دامن میں در نہ گردِ کفِ پا ہی ڈال دے

اے رازِ امرِ کُن کے حقیقی اَیمن، سُن!
 اے دوشِ کائنات کے مسند نشین، سُن!
 اے وارثِ نظامِ یار و یمین، سُن!
 اے محورِ شعاعِ دل مارِ وطن، سُن!
 اتنا سا معجزہ بھی ترے حق میں نیک ہے
 اب بھی ترا حسینؑ زمانے میں ایک ہے



بدلی مصیبتوں کی جو چھاتی تھی چھٹ گئی!
 مشکل مری جیات کے رستے سے ہٹ گئی
 میں نے علی کا نام لیا جب جلال ہیں
 گھبرا کے میری موت بھی واپس ہٹ گئی

علیؑ، جمالِ دو عالم

علیؑ، جمالِ دو عالم، علیؑ امامِ زمن
علیؑ، وقارِ دل و جاں، علیؑ بہارِ حنین
علیؑ، عروجِ فصاحت، علیؑ کمالِ سخن
علیؑ، عرب کے اندھیروں میں حق کی پہلی کرن
علیؑ ولی سے گریزاں نہ ہو خدا کے لیے
علیؑ ترقوتِ بازو ہے مصطفیٰ کے لیے

علیٰ کا فطن، ”سَلَوٰی“ کے آبشار کی صُور
 علیٰ کا حسن، مہ و مہر میں حیات کی رو
 علیٰ ہنسے تو پھٹے دو جہاں میں صبح کی پو
 علیٰ جو چپ ہو تو رک جائے نبضِ عالم نو
 علیٰ رُکے تو نوا رح مٹی میں ڈھلتی ہے
 علیٰ چلے تو زمانے کی سانس چلتی ہے

علیٰ کا فکر، شعورِ حیاتِ نو کی اساس
 علیٰ کا فتنہ، جہاں میں تو نگری کا لباس
 علیٰ کا علم، دلِ آگہی، شکستِ قیاس
 علیٰ کا حلم، گرم گستری میں عدل شناس
 بھٹک رہے ہو کہاں عاقبت گری کے لیے؟
 علیٰ کا نام ہی کافی ہے رہبری کے لیے

علیؑ ضمیرِ جنوں، میرِ کاروانِ حسد و
 علیؑ شعورِ امامت، علیؑ غرورِ صمد
 علیؑ ایمنِ رموزِ رسولؐ و فکرِ احد
 علیؑ، دلیر، بہادر، سخی، کریم، اسد
 علیؑ کے ذکر سے جنت وصول ہوتی ہے
 بغیر اس کے دعا کب قبول ہوتی ہے

علیؑ ہے منزلِ ادراک و آگہی کا نشان
 علیؑ ہے رونقِ ہنگامہٴ زمان و مکاں
 علیؑ کے دم سے مادِ رواں و جاں یہ جہاں
 علیؑ کے دستِ کرم کی کرن کراں بہ کراں
 اگر نجات کے طالب ہو تم ابد کے لیے
 کبھی پکار کے دیکھو اسے مدد کے لیے

(سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْہَا)
ملکہ عصمت

جہاں انسانیت میں توحید کا مقدس خیال زہراؑ
شرف میں وحدتِ اداء، امامت جبیں، نبوت جمالِ ہراؑ
ہو جس پہ نازاں دلِ مصور، وہ نقشِ حسنِ کمالِ زہراؑ
خدائے بے مثل کی خدائی میں تا ابد بے مثالِ زہراؑ

یہ شمعِ عرفانِ ایزدی ہے، یہ مرکزِ آلِ مصطفیٰ ہے
حسن سے مہدیؑ تلک امامت کے سلسلے کی یہ ابتدا ہے

یہ "ف" سے فہم بشر کا اصل "الف" سے اُحمد کی کرن ہے
 یہ "ط" سے "طا" کے گھر کی رونق یہ "م" سے منزلِ محن ہے
 یہ "ہ" سے ہر دوسرا کے سلطان کے دیں کی پُر نور انجمن ہے
 یہ "ز" سے زینتِ زمیں کی "ہ" سے ہدایتوں کا ہر اچھن ہے
 یہ "ر" سے رہبرِ رہ وفا کی "الف" سے اولِ نسب اس کا
 اسی لیے نام فاطمہؑ ہے جنابِ زہرا لقب ہے اس کا

یہ مصحفِ آلِ مصطفیٰ میں مثالِ "یسین" محترم ہے
 نہ پوچھ اس کی بلندیوں کو آسماں بھی تہہ قدم ہے
 اسی کی جلوؤں سے ہے یہ دنیا اسی کی غیبتِ رخِ عدم
 اسی کی چوکھٹ پہ سجدہ کرنے سے آسماں کی کمریں خم ہے
 کیا ہے دونوں جہاں میں حق نے کچھ اس طرح انتخاب اس کا
 کہ مرتضیٰؑ کے سوا جہاں میں نہیں ہے کوئی جواب اس کا

اسی کے نقش قدم کی برکت نے ماہ و انجم کو نور بخشا
اسی کے در کے گداگروں نے ہی آدمی کو شعور بخشا!
اسی کی خاطر تو حق نے صحرا کو حبلوہ کوہ طور بخشا
جو اس کا غم لے کے مر گیا ہے، خدا نے اس کو ضرور بخشا

یہ روح عقل و شعور بھی ہے، دل فروع و اصول بھی ہے
زمیں پہ ہو تو علیؑ کی زوجہ، فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے

عجیب منظر ہے، صحن مسجد میں سب کچھ الجھن پڑی ہوئی ہے
یہ وہ گھڑی ہے کہ سانس حلقوم زندگی میں اڑی ہوئی ہے
تمام اصحاب دم بخود ہیں، نظریں میں گرٹی ہوئی ہے
ہوئی ہیں مسند نشین زہرا مگر نبوت کھڑی ہوئی ہے

عمل سے ثابت کیا یہ میر نے جو تھا پیغام کبریا کا
بشر تو کیا انبیاء پہ بھی احترام لازم ہے فاطمہ کا

یہ وہ کلی ہے کہ جس کی خوشبو کو سجدہ کرتی ہیں وہ باری
یہ وہ ستارہ ہے جس سے روشن ہیں آسمانوں کی رنگزاریں
یہ وہ سحر ہے کہ جس کی کرنیں بھی ہیں امامت کی آشریں
یہ وہ گہر ہے کہ جس کا صدقہ فلک سے آکر ملک آتاریں
یہ وہ ندی ہے جو آدمیت کی مملکت میں رواں ہوئی ہے
یہ وہ شجر ہے کہ جس کی چھاؤں میں خود شرافت جھانپائی ہے

جیا کی دیوی، وفا کی آیت، حجاب کی سلسیل زہرا
کہیں ہے معصومیت کا ساحل، کہیں شرافت کی جھیل زہرا
جہان موجود میں بنی ہے وجود حق کی دلیل زہرا
زمانے بھر کی عدالتوں میں نسا کی پہلی وکیل زہرا
حضور زہرا، بشر سے ہٹ کے پمیروں کے سلام بھی ہیں
کہ اس کے سائے میں پلنے والے حسین جیسے امام بھی ہیں

”دیکھا میں آئی تو بختیہ کے شرف کی پہچان بن گئی ہے
”نسا میں بیٹھی تو تربیت گاہ دین و ایمان بن گئی ہے
سمٹ کے دیکھا تو ”ب“ کے نقطے کی زیر کی شان بن گئی ہے
بکھر کے سوچا تو فاطمہ خود تمام قرآن بن گئی ہے

جہاں میں رمز شعور وحدت کی عارفہ ہے ایسی ہے زہرا
”مباہلہ“ کی صفوں میں دیکھو تو دیں کی فتح ہمیں ہے زہرا

نبی کے دیں! تیری کشتِ دیراں پیشِ ابر رواں ہے زہرا
مزاجِ آدم تری زمیں پر بصورتِ آسمان ہے زہرا
علی کے گھر سے خدا کے گھر تک شعور کی کمکشاں ہے زہرا
بنو و مریم میں کیسی نسبت کہاں ہے مریم کہاں ہے زہرا
جنابِ مریم کہاں کہ زہرا تو انبیاء سے بھی بڑھ گئی ہے
کہ اُس کا بیٹا تو اس کے محنتِ جگر کا بے لوث مقتدی ہے

اسی کے بچے ہنر سکھاتے ہیں دہر کو کیا گری کا
اسی نے اپنے گدا گروں کو مزاج بخشا ہے افسری کا
اسی کا گھر مخزنِ ہدایت یہی ہے محورِ ہمبھری کا
اسی کے نقشِ قدم کی مٹی سے رازِ مٹا ہے بُوزری کا
اسی کی خوشبو کا نام جنت ہے گنگنا تاتی ہوا سے پوچھو
جنابِ ہرا کے مرتبے کو نصیر یوں کے خدا سے پوچھو

یہ ایسی مشعل ہے جس کی کرنوں سے آگہی کے اُصول چمکے
اسی کے دم سے زمانے بھر کی جہیں پہ نامِ رسول چمکے
بنجومِ کرنوں کی بھیک مانگیں جو اس کے قدموں کی دھل چمکے
کہاں یہ ممکن ہے چاندِ شب کو بغیرِ اُذنِ بتول سے چمکے؟
جو مجھ سے پوچھو تو عرض کر دوں قیاسِ آرائیاں غلط ہیں
یہ چاند میں داغ کب سے لوگوں جنابِ زہرا کے دستخط ہیں

بہشت کیا ہے؟ تری مودت کے بحر زریں کی سیکرانی
یہ عرش کیا ہے؟ زمیں پہ آنے سے پیشتر تری اجدہانی
شعور کیا ہے؟ ترا تعارف یہ دین کیا ہے؟ تری کہانی
عذاب کیا ہے؟ غضب سے تیرا ثواب کیا، تری مہربانی
یہ لکشاں رنگرز ہے تری یہ آسماں ساٹباں ہے تیرا
فلک پہ نازوں کی بھیر کیا ہے؟ رواں دواں کا رواں ہے تیرا

تو ایسا نقطہ ہے جس کے دامن میں حق کی مرضی سمیٹے ہوئے
تری مشیت ہر ایک لحظہ نقاب ہستی الٹ رہی ہے
ہے جس قیامت کا نام بخشش تری دوا سے لپٹ رہی ہے
یہ سانس لیتی ہے ساری دنیا کہ تیری خیرات بٹ رہی ہے
تری عطا کے سبھی سیتھے مرے دل حشر خیز میں ہیں
سبھی ہواؤں پہ راج تیرا، سبھی سمندر حمیز میں ہیں

لکھا ہے میں نے جو قصیدہ، نہیں ہے کوئی کمال میرا
یہ سب کرم ہے تری نظر کا، قلم تھا ورنہ نہ حال میرا
وہ پیمبر پہ دے کے دستک، پلٹ پڑا پھر خیال میرا
زمانے بھر کے مؤرخوں سے ہے احتجاجاً سوال میرا

بتاؤ اُمت کا ظلم اپنے نبی کی بیٹی کے ساتھ کیوں ہے؟
بتاؤ اب تک جناب زہرا کا ایک پہلو پہ لاکھ کیوں ہے؟

—



چمکتا ہے کہاں افلاک پر مہرِ مہربیں ایسا
کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا
خدا محفوظ رکھے چشمِ بد سے حسدِ رءا کو
بڑی مشکل سے پایا ہے ہم نے جانشیں ایسا

تیسرا امامت

لوہِ جہاں پہ فنِ سرِ کمر کی معراجِ فن کا نام
لکھا ہے نختن کی حسیں انجمن کا نام
سو چا خزاں کے عہد میں جب بھی چمن کا نام
آیا مری زباں پہ امامِ حسن کا نام — !
جس نے خدا کے دین کی صورت اُجال دی
وحشی دلوں میں امن کی بنسیا دُجال دی

سرِ چشمہٴ نجاتِ بشر، حسن کردگار،
انسانیت کے باغ میں پیغمبر بہار
حاجت روا، حسیں وہ انا مست بردبار
وہ امن و عافیت کی حکومت کا تاجدار
تشیہ دوں کسی سے مری کیا مجال ہے؟
بس اتنا کہہ رہا ہوں جن بے مثال ہے

زہرا کا چاند، ابن علیؑ، مصطفیٰؐ کا نور!
جس کی جبین سے پھوٹ رہی ہے شعلِ طور
رقصاں ہے جس کی آنکھ میں ادراک کا سرور
جس کی ہر اک ادا سے نمایاں نیا شعور
چپ رہ کے جس نے باگِ حکومت کی موڑ دی
کھولی زباں تو ظلم کی زنجیر توڑ دی!

وہ مجتبیٰ وہ عالم لوح فلک مقام !
معراج فنک، سدرہ نظر، عرش اختتام
ایسا سخی، ملک بھی کریں جس کا احتسام
دشمن سے بھی لیا نہ کبھی جس نے انتقام
جس نے دُعائے غیر کو تاشیر بخش دی
اپنے عدو کو اپنی ہی جاگیر بخش دی

اللہ رے آبِ تاب رُخِ ابنِ بو تراب !
اب تک خراج دے کے گزرتا ہے آفتاب
لوحِ جبیں، وہ علمِ امامت کا ایک باب
رفقار میں وہ عدل کہ محشر بھی دے حساب
بازو میں اس طرح سے عطا پر تلے ہوئے
جیسے فلک پہ صلح کے پرچم کھلے ہوئے

کاگل کی تیرگی سے مکمل ہر ایک رات
چہرے کی چاندنی سے درخشاں ہے کائنات
دیتے ہیں جان، جنبشِ ابرو پہ معجزات
افشاں ہے ”راز کُن“ کہ کشادہٴ حسن کا ہات
ہیں شاخِ گل میں اوس کی بوندیں اڑی ہوئی
یا زلفِ مجتبیٰ میں ہیں گرہیں پڑی ہوئی

آنکھیں ہیں یا چہرہٴ ابد کی فصیل کے
پلکیں ہیں یا حروفِ لبِ حبسِ ریل کے
عارض ہیں یا کنولِ مد و انجم کی جھیل کے
اعضا ہیں یا نقوشِ خیالِ جمیل کے
چہرہٴ حسن کا ہے کہ شبیہِ رسولؐ ہے
عالمِ تمام نقشِ کفِ پا کی دھول ہے

یہ پھول پھول رنگ، طبیعت یہ باغ باغ
کونین پر محیط مزاج دل و دماغ
جس کی مٹے انا سے پگھلنے لگے ایاغ
مہتاب حسن بندِ قبا سے ہے داغ داغ
جس کی مدد سے حق کی سدا برتری ہوئی
جس کی قبا کو دیکھ کے دنیا ہری ہوئی

جو دلنشیں گریز کرے نام و سنگ سے
افساں کو تولتا نہ ہو تیرے و تفنگ سے
جو آئینہ تراش لے وجدانِ سنگ سے
وہ امن آشنا ہے نفرت ہو جنگ سے
صحرا، چمن کرے جوحد و دھچکن کے بعد
ایسا کوئی بشر نہیں دیکھا، حسن کے بعد

جس کا سلوک، خلقِ نبیؐ کا سلام لے
 حق دے کے جو عدو سے حقیقی مقام لے
 دستِ اجل سے نہیں کے جو رختِ دوام لے
 اک جنیشِ قلم سے جو پرچم کا کام لے
 سلطانی بہشت، جسے کر دگار دے
 وہ کیوں نہ قلع و تخت کو ٹھوکر پہ مار دے

ٹکرائے گا حسن سے کہاں کوئی بے نسب
 یہ وجہ ذوالجلال وہ ابلیس کا غضب
 جیڈر کہاں، کہاں کوئی فرزندِ بنتِ شب
 زہرا سے کیا ملے کوئی حَمَالَةَ الحَطَب
 بیعت کی بحث ہی سرِ محفل فضول ہے
 وہ پیکرِ خطا تو یہ ابنِ رسول ﷺ کا دم ہے

گر دِ خُزَن کجا، رُخِ دُرِّ نَجْمِ کُجَب
قطرہ کجا، یہ قَلَمِ کُثْرِ بَکف کجا
دُرِ یوزہ گر کجا، شہِ عالی شرف کجا
کنکڑ کج، یہ جوہرِ حسنِ صدف کجا
”تحت التّریٰ کو ہمسرِ عرشِ علا کہوں؟
دنیا، ترے ضمیر کی پستی کو کیا کہوں؟

اے شہسوارِ دوشِ پیمبرِ مرے اِمام
اے دالیِ بہشتِ بریں، رحمتِ تمام
تُو نے پیا ہے زہر سے لبریزِ غم کا جام
تجھ کو غرورِ عظمتِ سقراط کا سلام
انساں کو آشتی کا قرینہ سکھا دیا
تُو نے دلوں کو چین سے جینا سکھا دیا

عالم میں ہے نجاتِ بشر کی نوید تُو
محشر میں بابِ خلدِ بریں کی کلید تُو
دوبارِ راہِ حق میں ہوا ہے شہید تُو
جنت تو کیا ہے، عرشِ معلٰی حُسدِ تُو
کیا زہرِ کم بختا، تلخِ کلامی کے واسطے؟
اب پیر آ رہے ہیں سلامی کے واسطے

کیوں بچھ گیا چہِ داغِ نبیؐ کے مزار کا؟
کیوں رنگِ اُڑ گیا ہے عنبرِ روزگار کا
بڑھتا ہے اضطرابِ دلِ سوگوار کا
پردے میں شور کیوں ہے کسی پردہ دار کا
پھر زحمت ہو گیا کوئی تازہ، الٰہی خیر!
پھر گھر کو آ رہا ہے جتنا زہ، الٰہی خیر!!

زہرا کے لالہ، تیرے چمن کو مرا سلام
تیری ہر اک اُداس بہن کو مرا سلام
عباس کی جبیں کی شکن کو مرا سلام
چھلنی بدن کو سُرخ کفن کو مرا سلام
صدمہ ترا بہت ہے شہِ مشرقین کو
پُرسہ میں دے رہا ہوں امام حسین کو

نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے؟

جہانِ عزم و وفا کا پیکر
 خرد کا مرکز، جنوں کا محور
 جمالِ زمہء جلالِ حیدر
 ضمیرِ انساں، نصیرِ داور
 زمیں کا دل، آسمان کا یاوہ
 دیارِ صبر و رضا کا دلبر
 کمالِ ایثار کا پیہر
 شعورِ امن و سکون کا پیکر
 جبینِ انسانیت کا جھومر
 عرب کا سہرا، عجم کا زیور
 حسینِ تصویرِ انبیاء ہے
 نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے؟

حیئن اہل وفا کی بستی
 حیئن آئین حق پرستی
 حیئن صدق و صفا کا ساتی
 حیئن چشمِ آنا کی مستی
 حیئن پیش از عدم، تصور
 حیئن بعد از قیام، ہستی
 حیئن نے زندگی بھیری
 فضا سے ور نہ قضا برستی
 عروج بہفت آسمانِ عظمت
 حیئن کے نقشِ پا کی مستی
 حیئن کو حشد میں نہ ڈھونڈو
 حیئن ہنگامہ خلد مستی
 حیئن مقسوم دین و ایماں
 حیئن مفہوم ”ہذا آئی“ ہے
 نہ پوچھ میرا حیئن کیا ہے؟

حسینؑ دل ہے، حسینؑ جاں ہے
 حسینؑ قرآن کی زباں ہے
 حسینؑ عرفاں کی سلطنت ہے
 حسینؑ سسار کا جہاں ہے
 حسینؑ سجدوں کی سرزمین ہے
 حسینؑ ذہنوں کا آسمان ہے
 حسینؑ زخموں بھری جبین ہے
 حسینؑ عظمت کا آستان ہے
 اُٹھارہا ہے جو لاشِ اکبر!
 حسینؑ بوڑھا نہیں جوان ہے
 وہ سرخِ رُوئے نشیبِ صحرا
 وہ سر بلندِ سرسناں ہے
 وہ بدرِ افلاکِ آدمیت!
 وہ صدرِ اربابِ کربلا ہے
 نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے؟

حسینؑ ایساں کی جستجو ہے
 حسینؑ یزداں کی آبرو ہے
 حسینؑ تنہا تھا کہ بلادیں
 حسینؑ کا ذکر چار سو ہے
 فرات کی نبض رُک گئی ہے؟
 حسینؑ مصروفِ گفتگو ہے
 جہاں گلابوں سے اُٹ گیا ہے
 حسینؑ شاید لٹو لٹو ہے
 حیات کے ارتقا سے پوچھو
 حسینؑ پیغمبرِ نمو ہے
 حسینؑ کا حوصلہ نہ پوچھو
 حسینؑ لٹ کر بھی سرخرو ہے
 وہ دیکھ فوجوں کے درمیاں بھی
 حسینؑ تنہا ڈٹا ہوا ہے
 نہ پوچھو میرا حسینؑ کیا ہے

حسین نکھرا ہوا قلندر
 حسین پھرا ہوا سمندر
 حسین بستے دلوں سے آگے
 حسین اُڑے دلوں کے اندر
 حسین سلطانِ دین دایاں
 حسین افکار کا سکندر
 حسین سے آدمی کا رتبہ
 حسین ہے آدمی کا ”مَن دَر“
 خدا کی بخشش ہی خیمہ زن ہے
 حسین کی سلطنت کے اندر
 حسین داتا، حسین راجہ
 حسین بھگون، حسین سندر
 حسین آکاش کا رشی ہے
 حسین دھرتی کی آتما ہے
 نہ پوچھ میرا حسین کیسا ہے

حسینؑ، میدان کا سپاہی
 حسینؑ، دشتِ آنا کا راہی
 حسینؑ، فرقِ اجل کا بِل ہے
 حسینؑ اندازِ کجکلا ہی!
 حسینؑ کی گردِ پا، زمانہ!
 حسینؑ کی ٹھوکروں میں شاہی
 حسینؑ معراجِ فقرِ عالم
 حسینؑ، رمزِ جہاں پسند ہی
 حسینؑ ایقان کا مُسارہ
 حسینؑ اودام کی تباہی
 ضمیرِ انصاف کی نفث میں
 حسینؑ معیارِ بے گناہی
 بنامِ جبر و عنبرِ شاہی
 حسینؑ غیرت کا فیصلہ ہے
 نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ فقر و آنا کا عساری
حسینؑ جنگاہ میں نسا زلی
حسینؑ حسن نیسا ز مندی
حسینؑ اعجاز بے نیسا زلی
حسینؑ آغاز جان نسا زلی
حسینؑ انجم جاں گدا زلی
حسینؑ توقیر کار بندی
حسینؑ تعبیر کار سازی
حسینؑ معجز نمائے دوراں
حسینؑ حق کی فصول طرازی
حسینؑ مارا تو یوں کہ جیسے
حسینؑ نے جیت لی ہو بازی
حسینؑ سارے جہاں کا دارث
حسینؑ کہنے کو بے نوا ہے
نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے

حسینؑ پیغمبر ہساراں!
 حسینؑ تسکین و تفکاراں
 حسینؑ میر حباز ہستی
 حسینؑ سالار شہسواراں
 کہ دیدہ و دل کے دشت و دریں
 حسینؑ تمشیل ابر و باراں
 حسینؑ تدبیر جاں فروشاں
 حسینؑ تفتدیر سوگواراں
 کبھی تو چشم ہنر سے دیکھو
 حسینؑ رشک رخ نگاراں
 حسینؑ حسن میر محمدؑ!
 حسینؑ ہی عید روزہ داراں
 حسینؑ سرمایہ اُتبیار کا!
 حسینؑ اعجازِ اولیاء ہے
 نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے؟

حسینؑ اک دلفشیں کہانی
 حسینؑ دستورِ حق کا بانی
 حسینؑ عباسؑ کا سراپا
 حسینؑ اکبرؑ کی فوجوانی
 حسینؑ کردارِ اہلِ ایساں
 حسینؑ معیارِ زندگانی
 حسینؑ قاسمؑ کی کم نمائی
 حسینؑ اصغرؑ کی بے زبانی
 حسینؑ سجادؑ کی خموشی
 حسینؑ باقرؑ کی فوجِ خوانی
 حسینؑ دجلہ کا خشک ساحل
 حسینؑ صحرا کی بیکرانی
 حسینؑ زینبؑ کی کس میری
 حسینؑ کلثومؑ کی ردا ہے
 نہ پوچھ میرا حسینؑ کیا ہے



بکھر رہے تھے یہ سجدے، سنوار گئے سجدے
نبیؐ کے چین سے پہلے، نبیؐ کے چین کے بعد
یہ دین مر بھی چکا تھا، نہ مر سکے گا یہ دین
مرے حسینؑ سے پہلے، مرے حسینؑ کے بعد

خطیبِ نوکِ سناں

شبِ تیرا کر بلا کی حکومت کا تاجِ جدا
وحدتِ مزاج، دوشِ نبوت کا شہسوار
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار
جس کے گدا گروں سے ہر اسان ہے وزگار
جس نے زمیں کو عرشِ مقدس بنا دیا
فوتروں کو آفتاب کا محور بنا دیا

وہ جس کی بسدگی میں سمٹی ہے داوری
 کھولے دلوں پہ جس نے رموزِ دلاوری
 لٹ کر بھی کی ہے جس نے شریعت کی داوری
 جس نے سمندروں کو سکھائی شناوری
 وہ جس کا غنیمتِ ابر کی صورت تنا ہوا
 صحرا ہے رشکِ موجہ کوثر بنا ہوا
 جس کی خنداں بہارِ گلستاں سے کم نہیں
 جس کی جبیں لطافتِ قراکں سے کم نہیں
 جس کا اصولِ حکمتِ یزداں سے کم نہیں
 جس کی زمین، غلہ کے ایواں سے کم نہیں
 وہ جس کی پیاسِ منزلِ آبِ حیات ہے
 وہ جس کا ذکر آج بھی دجرِ نجات ہے

وہ کمکشاں جہیں، وہ ذبیحِ فلک مقام
جس نے جہینِ عرش پہ لکھا بشر کا نام
جس نے کیا ضمیرِ بے تائیں سدا قیام
جس کی عنایتوں کو سخاوت کرے سلام
نوکِ سناں کو رتبہٴ معراج بخش دے
ذروں کو جو فلک کا حیس تاج بخش دے

کنکر کو دُر بنائے کہاں کوئی جو ہری
ایجاو کی حسیں نے یہ کیسا کیسا گری
بخشتی ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری
بچوں کو ایک پل میں بناتا گیا جہری
وہ جس نے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

جو میر کاروانِ مودّت ہے وہ حسینؑ
جو راز دارِ کنزِ حقیقت ہے وہ حسینؑ
جو مرکزِ نگاہِ مشیت ہے وہ حسینؑ
جو تاجدارِ ملکِ شریعت ہے وہ حسینؑ
وہ جس کا عزمِ آپ ہی اپنی مثال ہے
جس کی ”نہیں“ کو ”ہاں“ میں بدلنا محال ہے

مولّا! توجہ رہا ہے عجب اہتمام سے
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
کر نہیں وہ بھڑکتی ہیں سدا تیرے نام سے
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے
پایا ہے وہ مقامِ ابد تیرے نام نے
آیا نہ پھر نرید کوئی تیرے سامنے



اگر نہ صبرِ مسلسل کی انتہا کرتے
کہاں سے عزمِ پیمبرؐ کی ابتدا کرتے؟
نبیؐ کے دیں کو تمنا بھٹی سرفسہ ازی کی
حیثین سرنہ کٹاتے تو اور کیا کرتے؟

کربلا

کربلا، اے سرخرو لوگوں کے سجدوں کی زمیں
قبلۂ فنکرو نظر اے کعبۂ اربابِ دیں
مرکزِ انوارِ حق، اے بوسہ گاہِ مرسلین !
تیرے ذروں سے دمکتی ہے دو عالم کی جبین
ضوءِ ستاروں میں ہے تیری مانگ بھرنے کے لیے
آسماں جھکتا ہے تجھ کو سجدہ کرنے کے لیے !

کر بلا، اے معجزاتِ ابنِ آدم کی کتاب
محورِ مہر و مدِ انجسم، جبینِ انقلاب
ظلمتِ باطل کو تُو ہے عرصہِ یومِ الحساب
تیرے ہر فرتے میں گم ہے کتنی صدیوں کا شباب
تُو نجاتِ ملتِ بیضا کی وہ تحریر ہے
تیری مٹی ابنِ مریمؑ کے لیے اکیر ہے

کر بلا، اے عظمتِ عرشِ معنے کا حصہ
اے زمیں پر آسمانوں کی اکیلی تابعدا
روز و شب کی گردشیں تیرے بگولوں پر نشان
تیری مٹی چومتا ہے صبر کا پروردگار !
تیرہ بختوں کے لیے تو رہ گزارِ طور ہے
تُو غرورِ ابرمن کی دسترس سے دور ہے

کر بلا اے نقطہ تکمیل معیارِ حرم
ٹوٹ کر تجھ پر برستا ہے سدا ابرِ کرم
تجھ سے قائم ہے مزاجِ آدمیت کا بھرم
تیری ویرانی ہے فردوسِ بریں سے محرم
تُو مقدس ہے بہت اہل بصارت کے لیے
انبیاء آتے ہیں روز و شب زیارت کے لیے

کر بلا اے اختتامِ رہگزارِ بندگی
تُو نے زندہ کر دیا پھر سے وقارِ بندگی
اے رگِ باطل پر ضربِ ذوالفقارِ بندگی
تُو جہاں میں ہے مزاجِ اقتدارِ بندگی
تُو فنا کی دھول میں نقشِ بختِ انجام ہے
تُو فرشتوں پر بند کی فوقیت کا نام ہے

کر بلا، اے فاتحِ رسمِ ورہِ شام و سحر
تُو نے اپنی خاک سے پیدا کیے شمس و ستر
تُو اگلتی ہے سدا حق کے حسیں لعل و گہر
تیرا ہر ذرہ ہے جبریلِ امیں کا ہمسفر

جب تری مٹی شہیدوں کا بچھونا ہو گئی
جو تہری سب مر مٹے تجھ پر تو "سونا" ہو گئی

یاد کر، پہلے تو کیا تھی؟ اک زمینِ متحساں
ہر طرف گرم سفر تھیں زلزلوں کی ہچکیاں
خمیمہ زن تھے چار سو وحشی حذر کے کارواں
زندگی کیا، موت کی سانسیں اُکھڑتی تھیں یہاں

کس کے سجدے نے تیرے دل کو مٹھ کر دیا
کس نمازی نے تجھے چھو کر مٹھ کر دیا

وہ حسینؑ ابن علیؑ، تعبیرِ خوابِ انبیاء
صاحبِ "اسرارِ کن" ، فخرِ دلی ارض و سما
روفتی بزمِ یعتیس، صدرِ ہجومِ اولیاء
وہ سخی وہ مسند آرائے سریرِ انبیا
جس کی برکت سے توارضِ کبریا کھلائے گی
خاک تیری حشر تک "خاکِ شفا" کھلائے گی

کر بلا تجھ پر، ترے سائے خزینوں پر سلام
تیرے سینے پر سچے دلکش نگینوں پر سلام
خون کے چھینٹوں میں تر، اُجلی جبینوں پر سلام
عرشِ قامت، گلبدنِ صحرا نشینوں پر سلام
میں کہ دریوزہ گردِ دروازہٗ حسنین ہوں
کر بلا، تیری زیارت کے لیے بے چین ہوں

مریم کربلا علیہا السلام

زینبؓ، نبیؐ کا ناز، امانت کی آبرو
جس کے شرف کی دھوم ہے عالم میں چارو
شرم و حیا کی جھیل، شرافت کی آبجو
جبریلؑ جس کا نام نہ لیتا ہو بے وضو
وہ جس کا ذکر سن کے فضا عطر بیز ہے
تعظیم دیکھنا کہ قلم سجدہ ریز ہے

بزمِ نسا کی صدر، مصائب میں حق شناس
جس کی ردِ اٹھتی دیں کے لیے خمس میں لباس
جس کا وجود، حق کے ارادوں کا اقتباس
کوثر کی موج بن گئی جس کے لبوں کی پیاس
جوٹ کے بھی وجودِ خدا کی دلیل تھی
اپنی صداقتوں کی جو تنہا وکیل تھی

مکا گئی جو اپنے چمن کی کلی کلی
جس نے حُسنیت کو سجایا کلی کلی
کانٹوں بھرے سفر میں جہاں تک چلی چلی
لیکن سکھا گئی ہے جہاں کو علیٰ علیہ
اسلام بچ گیا یہ اسی کا کمال تھا
ورنہ خدا کے دیں کا تعارف محال تھا

ہر چند اُس کے باغ کی ہر شاخ جھڑ گئی
لیکن مثالِ برقِ ہواؤں سے لڑ گئی
بھائی کے ساتھ ساتھ اصولوں سے لڑ گئی
زینبِ ضمیرِ سنگ میں آئینے جڑ گئی
بھائی سے یوں بہن نے تڑپ کر علم لیا
آخرِ یزیدیت کو فتح کر کے دم لیا

طاعت میں بے مثال، شجاعت میں بے بدل
قدموں میں بھی ثبات، ارادوں میں بھی اٹل
سیرت میں بڑو بار، بصیرت میں بے خلل
معیارِ باوقار تو گفتارِ بر محل
افساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گئی
زینبِ حُسنیت کو بھی جینا سکھا گئی

اللہ رے عزم و ہمتِ بنتِ شیرِ نجف
حالاتِ غمِ بجاں تھے تو جذباتِ سرِ یکف
ہر چند ریزہ ریزہ تھا احساسِ کاصدف
پھر بھی بصدِ خروشِ چلی شام کی طرف
ظلمت کو عکسِ صبحِ درخشاں بنا دیا
پاؤں کے آبلوں کو گلستاں بنا دیا

تو خداں میں حریت کے درپچوں کو داکیا
ہر فرضِ کردگارِ احب طے کر ادا کیا
اسلام کو حسینؑ سا بھائی عطا کیا
پھر بھی یہ پوچھتے ہو کہ زینبؑ نے کیا کیا
دیں کی خنداں کو بھتی جو ضرورتِ بہار کی
زینبؑ نے ہنس کے چادر زہراؑ انثار کی!

پروے میں رہ کے ظلم کے پردے اُلٹ گئی
 پہنی رَس تو ظلم کی زنجیر کٹ گئی
 نظریں اُٹھیں تو جبر کی بدلی بھی چھٹ گئی
 لبِ سی لیے تو ضبط میں دنیا سمٹ گئی
 بولی تو پتھروں کو پگھلنا سکھا گئی
 انساں کو لغزشوں میں سنبھلنا سکھا گئی

مریم مزاج، عرشِ مکاں، آسماںِ قدم
 عصمتِ مآب، خلدِ زمیں، ککشاںِ حرم
 زہرا شعور، حاجرہ خو، مصطفیٰ حشم
 خالقِ صفت، کلیمِ زباں، مرتضیٰ کرم
 بہرِ ستم یہ صبر کی شمشیر بن گئی
 زینب دیارِ شام میں شبیر بن گئی

دیکھا جو کہ بلا میں دلِ دیں کا انتشار
 نکلی نیم خیمہ سے شمشیرِ کردگار
 ملنے لگا زمیں میں تشدد کا اقتدار
 مجبور ہو کے رہ گیا شاہی کا اختیار
 حملہ کیا تو کہ گئی اعلانِ عام بھی
 ناشراب نہ لے کوئی بیعت کا نام بھی

روحِ وفاء، مزاجِ حیا، پیکرِ حجاب
 وہ جس کے سائے سے بھی گریزاں تھا آفتاب
 لیکن گہن میں دیکھ کے زہرا کا ماہتاب
 آیا کچھ اس طرح سے طبیعت میں انقلاب
 بعد از حسین صبر کی عکاس بن گئی
 بنتِ علیؑ جلال میں عباس بن گئی

اگر تے ہوئے علم کو سنبھالا کچھ اس طرح
بھائی کے خوں سے دیں کو اُجالا کچھ اس طرح
تاج شہی فضا میں اُچھالا کچھ اس طرح
نطقِ پدر میں لہجے کو ڈھالا کچھ اس طرح
ہر بات ذوالفقار کی جھنکار بن گئی
پردہ نشیں تھی جیسے درِ کرا بن گئی

طے ہو چکے جو صبرِ مسلسل کے مرحلے
دیکھو وہ لبِ ہلے وہ کھلے دیں کے منے
چونکے خُمارِ خواب سے مدت کے دلولے
زینب جگا رہی ہے سرِ شام زلزلے
آواز گو نجی ہے جو عرشِ برین پر!
جبریل پر بچھائے ہوئے ہے زمین پر!

لوگوں میں بھی ہم ہیں، فلک بھی فضا بھی ہم
حق آشنا بھی، خالق حق کی رضا بھی ہم
لوح و قلم بھی ہم ہیں، قدر بھی قضا بھی ہم
عادل بھی ہم، قسیم جزا و سزا بھی ہم
دیکھو ہمیں کہ ہم ہی رُخِ دُوالِ جلال ہیں
پہچان لو کہ ہم ہی محمد کی آل ہیں

سوچو کجا یہ رنج و محن اور ہم کجا
دیکھو کجا یہ طوق و رسن اور ہم کجا
لوگوں کجا یہ سرخ کفن اور ہم کجا
بولو، کجا یہ بھیڑ، گھٹن اور ہم کجا
پوچھو، مرے چمن کے شگوفے کدھر گئے؟
کتنے یتیم تھے جو سفر ہی میں مر گئے؟

یہ بے ردا اسیر محمدؐ کے گھر کے ہیں !
سارے ہی تشنہ لب ہیں اور آٹھوں پہر کے ہیں
مہمان کچھ تیسیم یہاں رات بھر کے ہیں
پاؤں میں آبلے بھی ابھی تک سفر کے ہیں
تحریر کس طرح کی یہ لوحِ جہاں پہ ہے
منبر پہ بے نماز، نمازی سناں پہ ہے

کھلنے لگی وہ بات جواب تک تھی راز میں
آیا جو زلزلہ سا ضمیرِ حجاز میں
یہ احتجاج بارگاہِ بے نیاز میں - !
یا رب ! سرِ حسینؑ کٹے اور نماز میں
یہ کہہ کے جب حسینؑ کو دیکھا تو رُک گئی !
زینبؑ خموش ہو کے سکیٹنے پڑ بھک گئی !

علیؑ کی بیٹیؑ

قدم قدم پر چہ راغ ایسے جلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

کہیں بھی ایوانِ ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں ہیں
ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

عجب میحاً مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

بھٹک رہا تھا، دماغِ انسانیتِ جہالت کی تیرگی میں
جنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

دکانِ وحدت کے جوہری دم بخود ہیں اس معجزے پر اتنے
کہ سنگریزوں کو آگینے بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

خبر کرو اہلِ جَوَر کو اب حُسنیت انتقام لے گی
یزیدیت سے کہو، سنبھل جائے، اُٹھ گئی ہے علیؑ کی بیٹی

نبی کا دیں اب سنو، سنو کے یہ بات تسلیم کر رہے
اُجڑے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر، مگر نجانے ہوا کیسے نکل
غورِ ظلم و ستم کے پُرزے اُڑا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

پہن کے خاکِ شفا کا احرام، سر پر مہنہ طواف کمرے
حسینؑ! تیری لحد کو کعبہ بن گئی ہے علیؑ کی بیٹی

کتنی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے
کہ پتھروں کی جڑوں میں بہرے چھپا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

یقین نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے پوچھ لینا
یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

ابد تک اب نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی نرید زادہ
غور شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاش اکبر سے پار بہنہ رسن بہن کہ
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو ملا گئی ہے علی کی بیٹی

میں اس کے در کے گدا گروں کا غلام بن کر چلا تھا محنت
اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علی کی بیٹی



حسین چشم خزاں سے اوجھل بہار تیری یہ باغ تیرا
نہیں بدلتی رتنوں کی زد میں یہ سوچ تیری ماغ تیرا
مزاج فطرت بدلنے والے تیری بقا کی دلیل یہ ہے
کہ آئندہ جیوں سے خواج لیتا ہے مسکرا کہ چہ داغ تیرا

سلام



حُسن کی دکھ بھری کمانی تمام دنیا سنا کرے گی
جو روپٹے کا اُسے جہاں میں علیؑ کی دُعا کرے گی

عجیب ماں ہے جو چھ مبینوں کا لال قربان کہ رہی ہے
کبھی جو اشعر کی یاد آئی، ”رباب“ زنداں میں کیا کھسے گی

حسینؑ باقرؑ سے کہہ رہے تھے مری سکیمنہ کو ساتھ رکھنا
سفر کے ہر موڑ پر یہ بچتی تھے دلا سے دیا کرے گی

نبیؑ کے روضے پہ اک ضعیفہ جنابؑ بیٹھے کہہ رہی تھی
کہ بعدِ عباسؑ ہر قدم پر مری رُقیۃؑ وفا کرے گی

حسینؑ کی لاش بے کفن سے یہ کہہ کے زینبؑ جدا ہوئی
جو تیرے مقتل میں بچ گیا ہے وہ کام میری داکھسے گی



اس نہج پہ انسان نے سوچا ہی کہاں ہے؟

شبیرؑ زمانے میں رسالت کی زباں ہے

یہ ابر کا ٹکڑا جو بکھرتا ہے فضا میں

سادات کے جلتے ہوئے خیموں کا دھواں ہے

بہنے لگا ہر ظلم مثالِ خس و خاشاک

زینبؑ، ترمی تقریر بھی اک سیلِ رواں ہے

شبیرؑ کی آواز جو گونجی سہرِ مقتل !

زینبؑ یہی سمجھی، علی اکبرؑ کی ازاں ہے

کیوں برق سی گرتی ہے سیرِ شکرِ اعداد
اصغرم کے لبوں پر تو بستمِ کاشاں ہے

بازار کے ہر موڑ پہ زینب نے صدا دی!
سجاد سے پوچھو، مرا عباس کہاں ہے؟

شبیر کا غم بھول کے دنیا کی خبر لے!
محسن کو ابھی اتنی فراغت ہی کہاں ہے؟



دل جب ہے خاکِ رہِ قنبر کے برابر
میں خود کو سمجھتا ہوں سکندر کے برابر
سر نقشِ کفِ پائے ابو ذر پہ ہے جب سے
دنیا ہے مرے پاؤں کی ٹھوکر کے برابر
مشکل ہے، کوئی رتبہ حیدرؑ کو سمجھ لے
ممکن نہیں قطرہ ہو سمندر کے برابر
صد شکر مری تشنہ لبی یاد ہے جس کو
بیٹھا ہے وہی ساقی کوثر کے برابر
نسبت نہ دو خورشید کو زخارِ علیؑ سے
کنکہ کو نہ لاؤ، رُخ گوہر کے برابر
شبیرؑ کے ہاتھوں پہ تو اصر تھا وہ لیکن
نکلا سرِ میدانِ علی اکبرؑ کے برابر
محسن کو نہیں خوف ”نکیرین“ لحد میں
کون آئے گا مولا، ترے نوکر کے برابر



مظلوم کے ہاتھوں پہ جو دم توڑ رہا ہے
 کم سن ہے مگر قائدِ اربابِ وفا ہے
 شبیرؑ کے مقتل سے گزرتا ہے جو اکثر
 وہ ابر نہیں، ثانی زہرا کی ردا ہے
 یہ کون مسافر تھا جو مدفن کو بھی ترسا !
 یہ کس کا جنازہ تھا جو تیروں پہ رکھا ہے
 زنیب کی صدا سن کے یہ جبریلؑ نے پوچھا
 یہ حیدر کتار کہاں بول رہا ہے ؟
 اے روحِ پیہر، تری اُمت ہے پریشاں
 شاید تری بیٹی، تری اُمت سے خفا ہے
 ماتم کی صدا تینہ کرو، سوچتے کیا ہو ؟
 شبیرؑ ابھی زعفرانِ اعدا میں گھسا ہے
 میں موت سے خائف ہوں نہ محشر سے ہراساں
 محسنِ مری بخشش کی سند خاکِ شفا ہے



تجھ کو دیارِ غیبر کی آب و ہوا پسند
میں کیا کروں کہ مجھ کو ہے کرب و بلا پسند
میری سرشت تجھ سے جدا ہے بہرِ زماں
یعنی تو خود پسند ہے، میں ہوں خدا پسند
”ضربت“ پہ خلد، ”نیند“ پہ مرضی نشا رکی
خالق کو مرتضیٰ کی ہے اک اک ادا پسند
ہر دم وہ دم ہے پھر دم عیسےؑ کی آبرو
اک بار آگئی جسے خاکِ شفا پسند
شبیرؑ کی ”نہیں“ پہ دُعا کی ”ہاں“ نثار
ایسا بھی کون ہوگا جہاں میں انا پسند
خوشنور و نجف کی ہمیں یوں عزیز ہے
جیسے مسافروں کو وطن کی ہوا پسند

خیبر شکن سے پوچھ قناعت کا بانگین
 ورنہ کسے ہے نانِ جویں سی غذا پسند
 حُبِ علیؑ کی مے کو جہاں سے چھپا کے رکھ
 یہ جنس وہ ہے جس کو کریں انبیاء پسند
 اس کم سنی میں یوں صفِ اعدا سے انتقام
 اصغرؑ تو ابتدا میں ہوا "انتہا پسند"
 خواہش ہے چاند کی بھی پرنتش کروں کبھی
 اتنا ہے اے حسینؑ ترا نقشِ پا پسند
 دنیا مری ہنسی نہ اڑائے تو کیا کرے؟
 مجھ کو خوشی میں بھی ہے یہ رونا بڑا پسند
 ثابت ہوئی یہ بات دیارِ دمشق میں
 زینبؑ خدا کے دیں کو ہے تیری رُو پسند
 سایہ فگن ہے سر پہ مرے پرچمِ حسینؑ
 مجھ کو نہیں ہے سایہ "بالِ ہما" پسند

قطعت



خالق نے کچھ اس طرح اتارے ہیں محمدؐ
ہر دور میں ہر شخص کو پیارے ہیں محمدؐ
اکثر در زہراؑ پہ یہ جبریلؑ نے سوچا
پیغام کسے دوں کہ یہ سارے ہیں محمدؐ



اُس باغ پہ توحید کا پسرہ نہ ہو کیونکر؟
جس باغ کی پہچان ہی زہراؑ اسی کلی ہو
اُس شخص کے رتبے کی بلندی پہ نہ جباؤ
جس شخص کے ادنیٰ اسے غلاموں میں علیؑ ہو



دل میں چاہت ہے، پییر کی تو دوزخ کیسی؟
پھر سرِ حشر یہ رحمت کا لبادہ کیا ہے!
اے فرشتو! میرے اعمال نہ دیکھو ٹھوڑا
پہلے پوچھو کہ محمدؐ کا ارادہ کیا ہے



محمدؐ کی چاہت دماغوں کی شاہی
محمدؐ کی نفرت دلوں کی تباہی
محمدؐ کی بخشش، خدا کا خزانہ
محمدؐ کی رنجش، عذابِ الہی



یہ بات مجھ پہ میرے عقیدے کا فیض ہے
یہ مسئلہ نہیں ہے شروع و اصول کا
ہر چودھویں کا چاند ہے نقشِ کفِ نبیؐ
ہر دوپہر کی دھوپ ہے سایہ رسولؐ کا



فکرِ بشر خیالِ نبوت کی دھول ہے
معیارِ بندگی میں کوئی ضدِ فضول ہے
پتھر کو رزقِ نطق ملے جس کے ہاتھ سے
سمجھو وہ بالیقین خدا کا رسولؐ ہے

○
ہر صبح ، مکافات کی شاموں کے لیے ہے
دنیا دلِ نادار کے کاموں کے لیے ہے
اعدائے نبوت کا ٹھکانہ ہے جسم
جنت تو محمدؐ کے غلاموں کے لیے ہے

○
نازاں ہوں مفقود پر ہے احسان محمدؐ
ہوں آئینہ بردارِ عنایان محمدؐ
پھیرے نہ مجھے حشر کے سورج کی حرارت
حاصل ہے مجھے سایہ دامنِ محمدؐ

○
باطل کی سازشوں کو کچلتے رہیں گے ہم
جب تک سہے گا ہاتھ میں پرچم حسینؑ کا
قصرِ یزیدیت کی دراڑوں سے پوچھ لو
تاریخِ انقلاب ہے ماتم حسینؑ کا



تمام لفظ ترے حق کا انتخاب ہوئے
تمام زخم ترے ظلم کا جواب ہوئے
ترے لہو کے وہ چھینٹے جو آسماں پہ پڑے
انہی میں کچھ مرہ و انجم کچھ آفتاب ہوئے!



انسان کی جہیں پہ تارے سجا دیے
زخموں سے پھول دشتِ بلا میں کھلا دیے
نوکِ سناں پہ بول کے میرے حسین نے
تاریخ کی زباں پہ تالے لگا دیے



اصول دیں نہ بچاتے جو کر بلا والے
ورق ورق یہ کہانی بکھر گئی ہوتی
بچا گیا اسے سجدہ حسین کا ورنہ
نمازِ عصر سے پہلے ہی مر گئی ہوتی



نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا
بشر کا ناز، نبوت کا نور عین بنا
علیٰ کا خون، لعابِ رسول، شیرِ تنول
ملے ہیں جب یہ عنصروں کو پھر حسین بنا



خالق کی آبرو کے محافظ، علیؑ کے لال
نذرانہِ رُسعودِ ملائک و وصول کر!
اکبرؑ کی لاش پر بھی تو بیٹھا ہے مطمئن
شبِ تیرِ انبیاؑ کی سلامی قبول کر



یا دِ عِسمِ حسینؑ دلوں کی سرشت ہے
ورنہ یہ رنگ بُو کا جہاں سنگ و خشت ہے
قانونِ بن کے جس میں رواں ہو حُنینیت
کوئی زمین بھی ہو وہ یقیناً بہشت ہے

آدیکھ کر بلا کو بشر کے شعور میں
شامل ہوئے ہیں خاک کے ذرے بھی فور میں
تاثيرِ خونِ ابنِ علیؑ ہے کہ آج تک
جھکتا ہے آسماں بھی زمیں کے حضور میں



مظلوم کا غم گردشِ دُراں سے جُدا ہے
یہ دردِ ہر اک دل کے خزانے میں چھپا ہے
ہر وقت جھپکتی ہوئی آنکھوں کو ذرا دیکھو !
گرہِ ماتمِ شبیرؑ نہیں ہے تو یہ کیسے ہے ؟



فطرت یہ کہہ رہی ہے کہ کونین کا نصیب
تحریر ہے حُیْن کی زخمی جبین پر !
دیکھو، عروجِ خاکِ رہ کر بلا کہ آج !
جنت یہ چاہتی ہے ”میں ہوتی زمین پر“



سورج ابھی نہ جاتا تو حیدر مشرقین سے
جبریلؑ! ایک پل کو ٹھہرتو بھی چین سے
اے موت، سانس روک، زمانے قیام کر
مصرف گفتگو ہے خدا خود حسینؑ سے



شبیرؑ! اگر دل میں ترا نقش قدم ہے
کچھ خوف ہے محشر کا نہ اعمال کا غم ہے
یہ راز کھلا ”حر“ کے مقدر سے جہاں میں
جنت تو ترے اک تبسم سے بھی کم ہے



ود ابن مظاہر ہو کہ حر، جَوْن کہ مستم
یہ کہہ کے پچھڑتا تھا ہر اک ”دارِ فنا“ سے
جنت میں بھی مشکل سے مری آنکھ کھلے گی
سو یا ہوں میں شبیرؑ کے دامن کی ہوا سے



تُو نے نماز پڑھ کے سرِ دشتِ کربلا
کہتا ہے کون صرف ارمِ ہی حسرید کی
شبیرِ تیرے آخری سجدے کی ضرب سے
سانس اکھڑ رہی ہیں ابھی تک یزید کی



بڑھتی ہے برہمی سی ذرا نورِ عین میں
ملا ہے اضطرابِ یونہی دل کے چین میں
سیلاب دیکھتا ہوں تو آتا ہے یہ خیال
پانی بھٹک رہا ہے تلاشِ حُیں میں



ہر ایک اشکِ شبنمِ برگِ گلِ نبات
”کالی قبا“ لبادۂ عرشِ بریں ہے
”ماتم نہیں“ حُیں کی غفلت کا طبل ہے
”نوحہ نہیں“ ترانہٴ فتحِ مبین ہے